(یہ رسالہ ہر ماہ کی بیس تاریخ کو شائع ہوتا ہے)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا

قرآنی حقائق و معارف بیان کرنیوالا ماہنامہ

الفرقان

نومبر سنہ ۱۹۵۳ء

جلد ۳ نمبر ۱۱

زیر سرپرستی

مجلس انصار اللہ مرکزیہ

مقام اشاعت :-

احمد نگر ربوہ ضلع جھنگ

پاکستان

ایڈیٹر :-

ابو العطاء جالندھری

سالانہ چندہ پانچ روپے - فی کاپی آٹھ آنہ صرف

بقیہ شذرات از صفحہ

مولوی صاحبان نے جب اس کی مخالفت شروع کی تو لوگوں نے دیکھا ہر مباحثہ کے بعد فضا کے اثرات مرزا صاحب کے حق میں جاتے تھے اس طرح کہ :-

(۱) مولوی صاحبان یہ مانتے تھے کہ حضرت عیسیٰؑ نے آنا ہے۔ لہذا اس باب میں وہ مرزا صاحب سے متفق تھے۔

(۲) مولوی صاحبان مانتے تھے کہ عیسیٰؑ نبی تو ہوں گے لیکن اپنی شریعت کو ساتھ نہیں لائیں گے بلکہ شریعتِ محمدیہ کے تابع ہوں گے اور ان کے اس طرح آنے سے نبوت کی مُہر بھی نہیں ٹوٹیگی۔

یہی دعویٰ مرزا صاحب کا تھا کہ میں نبی ہوں لیکن اپنی شریعت نہیں رکھتا میں شریعتِ محمدیہ کے تابع ہوں۔

(۳) اب لے دے کر مختلف فیہ سوال اتنا رہ جاتا تھا کہ مولوی صاحبان کے نزدیک آنے والے سے مراد حضرت عیسیٰؑ (ابن حضرت مریمؑ) تھے۔ اور مرزا صاحب کہتے تھے کہ حضرت عیسیٰؑ وفات پا چکے ہیں لہذا آنے والا مسیح ابن مریم نہیں بلکہ مثیلِ مسیح ہوگا۔

(۴) بنا بریں، بحث ساری حیات و وفاتِ مسیح کے مسئلہ پر مرتکز ہو جاتی تھی اور چونکہ وفاتِ مسیح کا تصور قرآن کے بھی مطابق تھا اور قرینِ عقل بھی اسلئے اس بحث کا نتیجہ مرزا صاحب کے حق میں جاتا تھا۔ اور جو شخص وفاتِ مسیح کا قائل ہو جاتا تھا وہ پھر نزولِ مسیح کے بجائے "مثیلِ مسیح" کی آمد کا خود بخود قائل ہو جاتا تھا اور یوں مرزا صاحب کا دعویٰ سچا نظر آنے لگ جاتا تھا۔ یہ وجہ تھی (اور اب تک یہی وجہ ہے) کہ مرزائی حضرات ہمیشہ حیات و وفاتِ مسیح کے مسئلہ کو اپنی بحث کا مرکز بناتے ہیں اور دیگر مسائل کو پیچھے رکھتے ہیں۔

..... اس باب میں بھی مولوی صاحبان کو خاموش ہونا پڑتا تھا اور اگر وہ اپنے دعوے پر اڑے رہتے تو ہر معقولیت پسند آدمی یہی کہتا کہ مرزا صاحب کی بات سچی ہے۔ جب ایک بات قرآن سے ثابت ہو جائے تو پھر جو حدیث اس کے خلاف نظر آئے اُسے یا تو ضعیف سمجھنا چاہیئے یا اُس کی تاویل ایسی کرنی چاہیئے جو قرآن کے مطابق ہو" (طلوع اسلام نومبر ۵۳ء ص ۲۶-۲۷)

یہ اقتباس اس امر کی واضح شہادت ہے کہ وفاتِ مسیح کے مسئلہ میں قرآن مجید احمدیہ عقیدہ کی تصدیق کرتا ہے ——— قرآن مجید سے

ؐ جو علماء حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو شریعت والی نبوت کا مدعی قرار دیتے ہیں کیا آپ انکو کاذب سمجھتے ہیں؟

ؐ کیا آپ نے بھی کبھی اس "معقولیت پسندی" کا ثبوت دیا؟

[illegible] ثبوت کیسے ؟ یہ سوال [illegible] ہوگا۔ انشاء اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفرقان

جلد ۳ | ماہ ربیع الاول ۱۳۷۳ھ + ماہ نومبر ۱۹۵۳ء | شمارہ ۱۱

شذرات

الفرقان کا "قرآن نمبر"

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہمارا اگلا شمارہ "قرآن نمبر" ہوگا۔ اسکی ترتیب شروع ہے۔ قرآن مجید کی اشاعت ہر مسلمان کا فرض ہے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اس ولولہ کا اظہار ایک شعر میں یوں فرمایا ہے ؎

صد بار رقص ہا کنم از خرمی اگر + بینم کہ حسن دلکش فرقاں نہاں نماند

کہ اگر قرآن مجید کا حسن بے پایاں ظاہر ہوجائے تو میں اس خوشی میں سینکڑوں مرتبہ اُچھلنے کیلئے تیار ہوں۔ قرآن مجید حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا وہ کعبہ ہے جسکے گرد دن رات آپ طواف کرتے تھے آپ کی زندگی کا نصب العین اگر دو لفظوں میں بیان کیا جائے تو وہ اشاعتِ قرآن کے سوا کچھ نہیں۔ یہی رُوح ہے جو جماعت کے تمام افراد میں سرایت کرنی لازمی ہے۔ اور ہر شخص کو اپنے اپنے دائرہ عمل میں اشاعتِ قرآن کا بیڑا اٹھانا چاہیئے۔ ادارہ الفرقان اُن احباب کا ممنون ہے جو اس حلقہ میں اس سے تعاون کر رہے ہیں ہمیں توقع ہے کہ الفرقان کے سالنامہ قرآن نمبر کی اشاعت میں احباب بڑھ چڑھ کر حصہ لینگے اور اسے اپنے احباب تک تحفۃً ضرور پہنچائیں گے۔ یاد رکھئے کہ دُنیا کا امن قرآنی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے سے وابستہ ہے۔ مسلمانوں کا باہمی اتحاد قرآن فہمی پر منحصر ہے تمام غلط فہمیوں کا ازالہ قرآن مجید کے ذریعہ سے ہوگا اور اسی ذریعہ سے ہوسکتا ہے۔ پس ؎

اے بے خبر! بخدمتِ فرقاں کمر بہ بند
زاں پیشتر کہ بانگ بر آید فلاں نماند

رسالہ "طلوع اسلام" کے تبصرہ کا جواب

کراچی سے منکرین حدیث کے رسالہ "طلوع اسلام" نے جناب چودھری ظفر اللہ خان صاحب کے ایک پرانے مضمون بعنوان "ایک عزیز کے نام خط" پر تبصرہ شائع کیا ہے۔ یہ تبصرہ "طلوع اسلام" کے الفاظ میں ہی مندرجہ ذیل پانچ سوالات کا مجموعہ ہے:۔

(۱) "کیا چودھری صاحب فرمائیں گے کہ قرآن میں کسی جگہ شارع اور غیر شارع نبی کی تمیز و تفریق کی گئی ہے؟ کیا اس میں کہیں یہ لکھا ہے کہ نبوت دو قسم کی ہوتی ہے ایک شریعت والی اور ایک غیر شریعت والی؟ کیا اس میں کہیں یہ مذکور ہے کہ نبی بغیر شریعت کے بھی آیا کرتا ہے؟"

(۲) "کیا چودھری صاحب فرمائیں گے کہ قرآن میں کہیں بھی یہ لکھا ہے کہ ایک نبی کی اتباع سے کوئی شخص نبی بن سکتا ہے کیا قرآن نے کسی ایسے نبی کا ذکر ہے جو کسی دوسرے نبی کی اتباع سے خود نبی بن گیا ہو؟"

(۳) "کیا چودھری صاحب بتائیںگے کہ قرآن میں کہیں بھی یہ لکھا ہے کہ کوئی نبوت کسی دوسری نبوت کا ظل یا جزو ہوتی ہے۔ کیا قرآن

نے کسی نبی کو کسی دوسرے نبی کا ظل یا جزو قرار دیا ہے؟ کیا کہیں کسی ظلی یا جزوی نبی کا ذکر تک بھی ہے؟"

(۴) "کیا چودھری صاحب فرمائینگے کہ قرآن نے کہیں بھی اپنی ظاہری اور باطنی حفاظت کی تقسیم کی ہے۔ کیا قرآن میں کہیں بھی اسکی باطنی حفاظت کا ذکر ہے۔ کیا اللہ نے قرآن میں کسی جگہ بھی لکھا ہے کہ قرآن کی ظاہری حفاظت تو ویسے ہی ہوتی رہیگی لیکن اسکی باطنی حفاظت کے لئے ظلی نبوت کا سلسلہ جاری کیا جائیگا؟"

(۵) "کیا چودھری صاحب بتائینگے کہ سارے قرآن میں کہیں کسی جگہ کسی مسیح کی آمد کا وعدہ کیا گیا ہے؟ اگر خدا نے قرآن میں اس قسم کا کوئی وعدہ نہیں کیا تو پھر مسیح موعود کا تصور قرآن کی کھلی ہوئی تحریف اور خدا کی کتاب کی مخالفت نہیں تو اور کیا ہے؟" (طلوع اسلام اکتوبر ۵۲ء)

بلاشبہ طلوع اسلام کے "تبصرہ" کا یہ انوکھا انداز ہے کہ اس نے "اگر" اور "کیا" کے گورکھ دھندے میں سوالات کر کے یا چند تمسخر آمیز فقرات لکھ کر انکا نام "تبصرہ" رکھ دیا ہے۔ مگر چونکہ ان سوالات کے جوابات صرف قرآن مجید کی روشنی میں طلب کئے گئے ہیں اور ہمیں اس میں شک کرنے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ اگر تحقیقی طور پر کسی مسلمان پر واضح ہو جائے کہ اس بارے میں قرآن مجید کا مسلک کیا ہے تو وہ اسے اپنانے میں کسی قسم کا پس و پیش کرے اسلئے ہم نے طلوع اسلام کے ہزلیہ حصہ کو نظر انداز کر کے ان سوالات کے جواب قرآن مجید کی آیات سے دیئے ہیں۔ یہ اہم جوابات بعض اصحاب کے مشورہ کے مطابق الفرقان کے سالانہ "قرآن نمبر" یعنی آئندہ شمارہ میں شائع ہو رہے ہیں۔ ہمیں توقع ہے کہ قرآن مجید پر غور و تدبر کرنیوالے انسان ان سے حظ اٹھائینگے اور قرآن مجید کے پیش کردہ عقیدہ کو بلا حیص بیص قبول کر لیں گے۔

جماعت اسلامی کے اراکین سے ایک استفسار

آپ حضرات کا دعویٰ ہے کہ آپ اسلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہیں ہم ذیل میں آپکے دو تحریری بیانات آپکے سامنے رکھتے ہوئے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ طریق اسلامی طریق ہے؟

(۱) رسالہ "مقدمہ مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی" مطبوعہ ناظر پرنٹنگ پریس کراچی میں جماعت اسلامی پاکستان نے شائع کیا ہے کہ:-

"مولانا مودودی محض قادیانی مسئلہ نامی پمفلٹ لکھنے کے ہی جرم میں سزائے موت کے مستحق ٹھہرائے گئے۔" (ص۱۲)

(۲) جناب مدیر صاحب "صدق جدید" لکھنؤ کے نام آپ کی جماعت کے ایک اہم اور ممتاز رکن لکھتے ہیں:-

"صرف ہمارا ایک مطالبہ ہے کہ دستور غیر اسلامی نہ بننے پائے اور یہی اصل جرم ہے جسکی پاداش میں مولانا مودودی چودہ سال کی سزا کاٹ رہے ہیں"

(صدق جدید مورخہ ۲۳ اکتوبر ۵۳ء)

خدارا دونو بیانات پر غور فرمائیں کیا انکے باہمی تضاد میں تطبیق دی جا سکتی ہے؟ کیا یہ یورپ کے "پروپیگنڈا" کی نقل ہے یا قرآنی حکم قُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا کی تعمیل؟ کیا یہ درست طریق ہے کہ پاکستان میں آپ یہ تشہیر کریں کہ مولانا مودودی صاحب کو صرف "قادیانی مسئلہ" پمفلٹ لکھنے کی سزا میں قید کیا گیا ہے اور بھارت میں یہ اعلان کریں کہ انہیں اسلامی دستور کے مطالبہ کی وجہ سے جیل میں ڈالا گیا ہے؟ غلط بیانی اور غلط تشہیر سے مطلب برآری ہرگز اسلامی طریق نہیں ہے۔

پاکستان میں "علامہ حضرات" کتنے ہیں؟

محترم مولانا عبد الماجد صاحب مدیر صدق جدید لکھنؤ تحقیقاتی عدالت لاہور کے ایک بیان کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"...گواہ نے اعتراف کیا جبر و قدر کے مسئلہ پر علماء ایک دوسرے کو کافر کہتے آئے ہیں۔ جب گواہ سے فرقہ

معتزلہ کے بارہ میں پوچھا گیا تو آپ نے انہیں کافر قرار دیا۔ آپ نے کہا کہ اہل قرآن بھی کافر ہیں۔ گواہ نے بتایا کہ وہ مجلس عمل سیالکوٹ کے رکن تھے۔

بزرگانِ بریلی کو مبارک ہو کہ کاروبارِ تکفیر کی دستیں اب کہاں سے کہاں پہنچ رہی ہیں۔

انہیں "علامہ" کی شہادت ایک دوسرے "علامہ" سے متعلق:۔

"سوال:۔ کیا علامہ خالد محمود نے اپنی تقریر میں یہ کہا تھا کہ خواجہ ناظم الدین کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جا سکتا ہے جو قائد ملت لیاقت علی خاں کے ساتھ کیا گیا تھا؟

جواب:۔ صحیح یاد نہیں کہ انہوں نے ایسا کہا ہو یا علامہ نے یہ کہا ہو کہ خواجہ ناظم الدین کافر ہو گئے ہیں اور جب وہ مریں تو انکے جنازہ کی نماز پڑھنا بھی ناجائز ہو گا

اب خود انہیں دوسرے علامہ کا بیان اپنے متعلق:۔

"گواہ نے اعتراف کیا کہ انہوں نے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ خواجہ ناظم الدین کافر ہے"

اہلِ قادیان کو مبارک ہو کہ اس مرگ انبوہ نے ان کے لئے ایک جشن کا لطف پیدا کر دیا! ضمناً اور بالکل ضمناً کوئی صاحب ذرا زحمت گوارا فرما کر یہ شمار کر دینگے، کہ "علامہ" حضرات سارے پاکستان میں نہیں اکیلے صوبہ پنجاب ہی میں کتنے ہیں؟" (صدق جدید ص۳ ۱۳ نومبر ۵۳ء)

مدیر صدق جدید کے تبصرہ کی آخری سطر میں جو لطیف تلمیح ہے، اسکے پیش نظر "علامہ حضرات" کو خود بھی غور کرنا ضروری ہے

وفاتِ مسیح کے مسئلہ میں قرآن احمدیوں کے ساتھ ہے۔

مدیر طلوع اسلام لکھتے ہیں:۔

"جن غیر قرآنی معتقدات و تصورات نے اسلام کو بڑا ضعف پہنچایا ہے ان میں نزول حضرت عیسیٰؑ کا عقیدہ خاص اہمیت رکھتا ہے۔ تیرہ سو سال سے عیسائی اسی عقیدہ کی بنا پر نبی اکرمؐ پر حضرت عیسیٰؑ کی افضلیت ثابت کرتے چلے آئے اور اسکے بعد انگریزوں کی عیسائی حکومت نے اسی عقیدہ سے فائدہ اٹھا کر مسلمانوں کو ایک "مثیلِ مسیح"[1] دیدیا جس نے جہاد کو حرام[2] قرار دیا اور ہر غیر مسلم[3] حکومت سے وفاداری کو عین اسلام ٹھہرایا۔ علاوہ بریں اس عقیدہ نے خود ختم نبوت جیسے مسلمہ اور واضح اصولِ دین کو بھی جس قدر ضعف پہنچایا ہے وہ کم افسوسناک نہیں۔ اس عقیدہ کی رو سے مانا یہ جاتا ہے کہ نبی اکرمؐ کے بعد

---

[1] کیا تیرہ سو سال تک امتِ مسلمہ کے نزول مسیحؑ کے انتظار کی تلقین بھی انگریزوں نے کی تھی؟ مدیر طلوع اسلام بتلائیں کہ اگر حضرت مسیح ناصریؑ کے ظہور کے وقت یہودی علماء کہتے کہ "یہود ایک ایلیا کے منتظر تھے اور رومی حکومت نے انہیں ایک مثیل ایلیا" عیسیٰ ابن مریمؑ دیدیا جس نے یہودی قوم کو حکومت کی وفاداری کی تعلیم دی اور حکومت سے لڑنے سے روکا" تو فرمائیے کہ یہودی علماء کے اس اعتراض کا کیا جواب دیا جا سکتا ہے؟

[2] جہاد تو حرام نہیں، ہاں اگر جہاد سے مراد محض جنگ و قتال ہو تو بلاوجہ جنگ کرنے کو قرآن نے خود حرام قرار دیا ہے۔

[3] یہ محض غلط ہے۔ "ہر غیر مسلم حکومت" نہیں بلکہ ہر ایسی غیر مسلم حکومت کے متعلق یہ تعلیم ہے جو مذہبی آزادی میں مداخلت نہ کرے اور دین کے بارے میں جبر سے کام نہ لے۔ جیسا کہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی عیسائی حکومت کے بارہ میں ارشاد فرمایا تھا۔

ایک اور نبی آنے والا ہے وہ نبی حضرت عیسیٰؑ ہیں جو اس وقت چوتھے آسمان پر زندہ موجود ہیں اور قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہونگے لیکن وہ اپنی شریعت کو ساتھ نہیں لائیں گے۔ بلکہ شریعتِ محمدیہ کے تابع ہوں گے۔ اس سے ظاہر ہے کہ خود مسلمانوں کے اس (غیر قرآنی) عقیدہ کے بموجب رسول اللہؐ کے بعد ایک نبی آسکتا ہے لیکن وہ نبی صاحبِ شریعت نہیں ہو سکتا۔ اُسے شریعتِ محمدیہ ہی کی اتباع کرنی ہوگی۔ مرزا غلام احمدؐ نے مسلمانوں کے اسی غیر قرآنی عقیدہ سے فائدہ اٹھایا اور تھوڑی سی تبدیلی سے جو معقولیت پہ مبنی نظر آتی تھی اپنے "مثیلِ مسیح" ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ مرزا صاحب نے کہا کہ:-

(۱) مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے دُنیا میں آنا ہے۔

(۲) لیکن حضرت عیسیٰؑ وفات پا چکے ہیں اسلئے ان کا زندہ آسمان پر ہونا اور پھر بجسدِ عنصری آسمان سے زمین پہ نازل ہونا صریحاً غلط ہے لہذا

(۳) آنے والا خود حضرت عیسیٰ مسیح ابن مریمؑ نہیں بلکہ ان کا مثیل ہو گا۔

(۴) وہ نبی ہو گا لیکن صاحبِ شریعت نہیں ہو گا۔ شریعتِ محمدیہ کے تابع۔

(۵) اور وہ "مثیلِ مسیح" مَیں ہوں۔

آپ نے غور فرمایا کہ نزولِ مسیح کے (غیر قرآنی) عقیدے کے بعد مرزا صاحب کے دعوے کا صغریٰ کبریٰ کس طرح ٹھیک بیٹھ جاتا ہے۔ انہوں نے اس مروجہ عقیدہ میں اتنی تبدیلی کی کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان پر زندہ موجود نہیں۔ وہ وفات پا چکے ہیں اور جو وفات پا جائے وہ دُنیا میں واپس نہیں آیا کرتا۔ یہ تبدیلی قرآن کے مطابق تھی۔[۴] اور قرینِ عقل بھی۔[۵] اسلئے جب نزولِ مسیح کے (غیر قرآنی) عقیدہ کو اس (قرآنی) تبدیلی کے ساتھ پیوست کر دیا گیا تو اس کا فطری نتیجہ یہ تھا کہ وہ آنے والا مسیح آسمان سے نازل نہیں ہو گا، عام طریقے سے پیدا ہو گا اور عام عقیدے کے مطابق وہ صاحبِ شریعت نہیں ہو گا، بلکہ شریعتِ محمدیہ کے تابع ہو گا۔ چنانچہ جتنے لوگ نزولِ مسیح کے عقیدے کے قائل تھے لیکن (سرسید وغیرہ کے اثر کے ماتحت شعوری یا غیر شعوری طور پر) حضرت عیسیٰؑ کی حیات کے قائل نہیں تھے، اُنہیں مرزا صاحب کی یہ "معجونِ مرکب"[۵] بہت پسند آئی اور لوگ دھڑا دھڑ بیرائی[۶] ہونا شروع ہو گئے......

(باقی ملاحظہ ہو صفحہ ۲۴ کالم نمبر ۱)

---

[۴] احمدیہ عقیدہ کے مطابقِ قرآن ہونیکا اعلان آپ بھی آج ہی کر رہے ہیں، پچاس برس تک مخالفت کرتے رہے ہیں۔

[۵] قرآن مجید کی تیس[۳۰] آیات سے وفاتِ مسیحؑ کے ثبوت کو "معجون مرکب" قرار دینا "اہل قرآن" کا ہی شیوہ ہو سکتا ہے۔

[۶] احمدیت میں تو اکثریت دوسرے فرقوں میں سے آنیوالے صاحبِ علم اور صاحبِ ذوق احباب کی ہے۔

ارتداد اور اُس کی سزا

آیاتِ قرآنیہ کی روشنی میں فلسفیانہ مقالہ

از قلم جناب چوہدری احمدالدین صاحب۔ پلیڈر۔ گجرات

کسی شخص کے قوئی روحانی و جسمانی اور خدوخال دوسرے شخص سے نہیں ملتے بلکہ ایک شخص کی انگلیوں کی قدرتی لکیریں بھی دوسرے شخص کی انگلیوں کی قدرتی لکیروں سے مختلف ہوتی ہیں۔ اسی طرح ایک شخص کے خیالات اور جذبات دوسرے شخص سے نہیں ملتے۔ اگرچہ بعض معاشی امور میں اُن میں اتحاد پایا جاتا ہے لیکن مذہبی امور میں انسانوں میں ہمیشہ سے اختلافات چلا آیا ہے اور چلا جائے گا۔

(۱) وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ (هود ۱۱۹-۱۲۰)

(۱) لوگ ہمیشہ آپس میں اختلاف کرتے رہیں گے بجز اُن لوگوں کے جن پر تیرا رب رحم کرے گا۔ اور اختلاف کے لئے ہی خدا نے انکو پیدا کیا ہے۔ اور تیرے رب کی یہ بات پوری ہو کر رہے گی کہ میں جن و انس سے دوزخ کو بھر دوں گا۔

نیکی اور بدی کے دو محرک ابتدائے آفرینشِ عالم سے انسان کے ساتھ لگائے گئے ہیں۔ اگر وہ نیکی کے محرک کی ہدایت پر کاربند ہو تو بدی کا محرک جس کو شیطان بھی کہتے ہیں اُس پر غالب نہیں آسکتا۔ لیکن چونکہ نیکی کا محرک اسکو بعد از ممات کی دائمی خوشحالی کی خوشخبری دیتا ہے جو پردہ غیب میں ہوتی ہے۔ اور بدی کا محرک اپنی تو دنیا کی فانی سبز باغ دکھا کر اس کو دام فریب میں لے آتا ہے اسلئے وہ اُن لوگوں کے خلاف ہو جاتا ہے جو اُس کو موجودہ فوری کامیابی سے جو افعال شنیعہ کے ارتکاب سے حاصل ہوتی ہے روکتے اور اس کی آزادی میں مخل ہوتے ہیں۔

یہ نیکیوں اور بدیوں کی کشمکش اور اختلاف ہمیشہ سے چلا آیا ہے۔ اگر یہ اختلاف نہ ہوتا تو ہم نہ کسی کو نیک کہہ سکتے تھے نہ بد۔ ہر چیز کی ہستی اضداد پر قائم ہے۔ اگر رات نہ ہوتی تو دن نہ ہوتا۔ اگر سردی نہ ہوتی تو گرمی کا وجود نہ ہوتا۔ اسلئے نیک بننے کے لئے بدوں کا ہونا لازمی ہے۔ نیکوں کو دُنیا کی موجودہ ناجائز لذات ترک کرنی پڑتی ہیں۔ جن کے ترک کرنے کی وجہ سے ان کو مشکلات سے دوچار ہونا پڑتا ہے اسلئے نیک تھوڑے ہوتے ہیں اور بد زیادہ ہوتے ہیں۔ کیونکہ موجودہ لذات جن سے وہ متمتع ہو رہے ہوتے ہیں اُن کی آنکھوں کے سامنے ہوتی ہیں۔ اور اُن کے حصول پر وہ یقین رکھتے اور عاقبت کی

دائمی خوشحالی کا جو پردہ غیب میں ہوتی ہے اُن کو یقین نہیں ہوتا۔

نیکی کی طرف بُلانے والی آسمانی آواز ہوتی ہے جو پے در پے سوتوں کو بیدار کرنے میں مصروف رہتی ہے۔ وہ آواز اپنے ساتھ قوتِ جاذبہ اور دلائلِ بینہ رکھتی ہے اسلئے عقلمند اُس آواز کے پیچھے ہو لیتے ہیں اور عوام اور سطحی خیال کے لوگ اُس سے دُور دُور رہتے ہیں اور اُس آواز پر لبیک کہنے والوں کی مخالفت کرتے ہیں اور اُن کے مقابلہ پر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ انکے معاشرہ کو تباہ کر کے ایک نئے معاشرے کی بنیاد رکھنا چاہتے ہیں جس سے اُن کے موجودہ فوائد کو نقصان پہنچے گا۔

قرآن کریم میں بتایا گیا ہے کہ یہودی اور عیسائی قیامت تک رہیں گے۔ اسلئے یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ کسی وقت روئے زمین پر ایک ہی مذہب کا دور دورہ ہو جائے گا اور باقی مذاہب نیست و نابود ہو جائیں گے اور سب لوگ ایک ہی عقیدہ پر متفق ہو جائیں گے۔

(۱) وَاَلْقَیْنَا بَیْنَھُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ (۵/۱۲)
(۱) ہم نے یہود کے مابین قیامت تک دشمنی اور کینہ ڈال دیا ہے۔

(۲) وَمِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓی اَخَذْنَا مِیْثَاقَھُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُکِّرُوْا بِہٖ فَاَغْرَیْنَا بَیْنَھُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ ط (۵/۱۴)
(۲) عیسائی کہلانے والوں سے ہم نے پکا عہد لیا۔ مگر جو نصیحت اُن کو کی گئی تھی اس کا بیشتر حصہ انہوں نے بھلا دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نے انکے مابین قیامت تک دشمنی اور کینہ کی آگ بھڑکا دی۔

جب شیطان کو خدا نے جنت سے نکال دیا تو اُس نے درخواست کی کہ مجھے قیامت تک مہلت دیدے۔ خدا نے اس کو مطلع کیا کہ تم کو مہلت دی گئی ہے۔ تب شیطان نے کہا کہ میں بنی آدم کو گمراہ کرنے کے لئے تیرے سیدھے راستے میں بیٹھوں گا۔ ان کے پاس آگے اور پیچھے اور دائیں اور بائیں سے آؤں گا اور ان میں سے اکثر کو گمراہ کروں گا۔ جس کے نتیجہ میں وہ تیرے شکر گزار نہیں رہیں گے۔ (قَالَ اَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ۝ قَالَ اِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ۝ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ لَاَقْعُدَنَّ لَھُمْ صِرَاطَکَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝ ثُمَّ لَاٰتِیَنَّھُمْ مِّنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْھِمْ وَمِنْ خَلْفِھِمْ وَعَنْ اَیْمَانِھِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِھِمْ وَلَا تَجِدُ اَکْثَرَھُمْ شٰکِرِیْنَ ۝ (۵/۱۴-۱۵-۱۶)

خدا نے کہا کہ جو تیری پیروی کریں گے ان کو اور تجھ کو جہنم کی سخت سزا دی جائے گی۔ تجھ کو اجازت ہے کہ اُن میں سے جس پر تیرا بس چلے۔ اپنی آواز (تقریر) سے اس کو پھسلا لے اور اپنے سواروں اور پیادوں کو ان پر حملہ کرنے کے لئے بُلا لے اور اُن کے مالوں اور اولادوں میں شریک ہوتا رہے اور اپنے فریبانہ وعدوں سے ان کو دھوکا دیتا رہے۔ لیکن میرے تابعدار بندوں پر تو غالب نہیں آسکے گا۔ (فَمَنْ تَبِعَکَ مِنْھُمْ فَاِنَّ جَھَنَّمَ جَزَآؤُکُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ۝ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْھُمْ بِصَوْتِکَ وَاَجْلِبْ عَلَیْھِمْ

بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ۚ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا ۝ إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ ۚ (۱۴/۶۳)

جس طرح شیطان کو آزادی دی گئی ہے کہ وہ جس طرح چاہے اپنی پوری طاقت کے ساتھ بنی آدم کو گمراہ کرنے کی کوشش کرے۔ اسی طرح مومنوں کو بھی ہدایت کی گئی ہے کہ وہ پُرامن طریقوں سے دینِ حق اور راستبازی کی تلقین کریں اور جبر و تشدد سے باز رہیں۔ کیونکہ دینِ حق دلائل و براہین سے بھرپور ہے اور اس کو جبر و تشدد کی ضرورت نہیں ہے۔

(۱) وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ (۳/۱۰۴)

(۱) تم میں سے ایک منظم جماعت زیر سرکردگی امام ہونی چاہیے جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلائے نیکی کا حکم دے اور بدی سے منع کرے۔

(۲) لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَد تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَن يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِن بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انفِصَامَ لَهَا ۚ (۲/۲۵۶)

(۲) دین کے بارے میں کوئی جبر اور تشدد روا نہیں رکھا گیا کیونکہ بھلائی اور گمراہی کا پردہ چاک کر کے ہدایت کی روشنی نمودار کی گئی ہے اور جو شخص شیطان کی بات نہ مانے اور خدا پر ایمان لائے وہ ایسی محکم دستاویز کو چنگل مارتا ہے جو کبھی ٹوٹ نہیں سکتی۔

(۳) لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ ۝ (۱۰۹/۶)

(۳) اے منکرین تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین ہے۔

(۴) قُلِ الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ ۖ فَمَن شَاءَ فَلْيُؤْمِن وَمَن شَاءَ فَلْيَكْفُرْ ۚ إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَارًا أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۚ (۱۸/۲۹)

(۴) کہدے کہ یہ حق ہے جو تمہارے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے جو چاہے مانے جو چاہے نہ مانے۔ لیکن ہم نے ظالموں کیلئے آگ تیار کر رکھی ہے جسکی قناتیں انکو گھیرے میں لئے ہوئے ہیں۔

(۵) قُل لِّلَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْأُمِّيِّينَ أَأَسْلَمْتُمْ ۚ فَإِنْ أَسْلَمُوا فَقَدِ اهْتَدَوا ۖ وَّإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ ۗ (۳/۱۹)

(۵) اُن لوگوں کو جنہیں کتاب دی گئی ہے اور ان لوگوں کو جو ان پڑھ ہیں کہدے کہ کیا تم مانو گے۔ اگر وہ مان لیں تو انکو ہدایت نصیب ہوگی۔ اور اگر روگرداں ہو جائیں تو پھر تیرا کام ختم ہو گیا کیونکہ تیرا فرض بھلے طور پر پیغام پہنچا دینا ہے۔

(۶) وَإِن تُكَذِّبُوا فَقَدْ كَذَّبَ أُمَمٌ

(۶) اے لوگو! اگر تم تکذیب کرتے ہو تو پھر کوئی نئی

مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝ (۲۹/۱۸)

بات نہیں ہے تم سے پہلے جو قومیں گزر چکی ہیں انہوں نے بھی اپنے وقت کے انبیاء کی تکذیب ہی کی تھی۔ رسول کا صرف اتنا کام ہے کہ وہ کھلے طور پر پیغام پہنچا دے۔

(۷) فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۭ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ۭ

(۷) اگر یہ لوگ تیری بات نہ سنیں اور روگردان ہو جائیں تو پرواہ نہ کر تو ان پر محافظ نہیں چھوڑا گیا۔ تیرا کام صرف پیغام پہنچانا ہے اور بس۔

(۸) اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۭ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ۝ (۱۶/ ۱۲۵-۱۲۶)

(۸) اے پیغمبر! تو دانشمندی اور پسندیدہ نصیحت کے ذریعہ سے لوگوں کو خدا کی طرف بلا اور اگر بحث کا موقع پیش آئے تو ان سے احسن طریق سے بحث کر۔ تیرا رب ان لوگوں کو بھی بہتر جانتا ہے جو اسکے راستہ سے بھٹک گئے اور ان لوگوں کو بھی بہتر جانتا ہے جو ہدایت یافتہ ہیں اے مومنو! اگر تم کو مخالفین سے دکھ یا تکلیف پہنچے تو تم بھی ویسی ہی تکلیف یا دکھ انکو پہنچا لو اور اگر صبر کرو تو یہ بہتر ہے ان لوگوں کیلئے جو صبر سے کام لیتے ہیں۔

(۹) فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۝ اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝ وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ۝ (۱۸/ ۷-۹)

(۹) اگر یہ لوگ قرآن پر ایمان نہ لائیں تو شاید تو انکے پیچھے اپنے آپ کو مارے افسوس کے ہلاک کرے۔ ہم نے جو کچھ زمین میں پیدا کیا ہے اسکی زینت کے لئے پیدا کیا ہے تاکہ ہم آزمائیں کہ ان میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے۔ اور ہم اس زمین کو چٹیل میدان بھی بنانے والے ہیں۔

تشریح:۔ زینت اضداد کے مجموعہ سے ہوتی ہے۔ ع

اے ذوق اس جہاں کو ہے زینت اختلاف سے

اگر ایک ہی نوع کی چیز ہو تو اس سے زینت نہیں ہوتی لہذا مومنوں اور مخالفوں کا وجود بھی خدا کی نگاہ میں زینت ہے اور یہ زینت امتحان کے لئے پیدا کی گئی ہے تاکہ معلوم ہو کہ کون نیک چلن ہے اور کون بد چلن۔

چونکہ اعمالِ حسنہ پر جو انسان کی مرضی کے مطابق ظہور میں آتے ہیں ثواب مترتب ہوتا ہے اور بد اعمالی سے جو انسان کے اپنے اختیار سے ظہور پذیر ہوتی ہے عذاب آخرت کی وعید منجانب اللہ ہے اسلئے نیک اعمال اور بد اعمالی پر جبر کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ یعنی نہ تو جبراً نیک اعمال کرائے جاتے ہیں اور نہ جبراً بد اعمال کیونکہ اگر جبر کو جائز رکھا جاتا تو پھر امتحان عبث ہو جاتا اور ثواب و عتاب بے معنیٰ۔ جبکہ خالقِ ارض و سماء کا منشاء ہی یہ ہے کہ دو گروہ (ایک مومنوں کا گروہ اور ایک کفار کا گروہ) دُنیا میں امتحان کے لئے موجود رہیں۔ جیسا کہ آیاتِ مندرجہ بالا سے ظاہر ہے۔ تو پھر یہ خیال صحیح نہیں ہو سکتا کہ ایک وقت ایسا بھی آئے گا جبکہ اسلام کی کوئی مخالف طاقت دُنیا میں نہیں رہے گی اور چاروں طرف مسلمان ہی مسلمان نظر آئیں گے۔ اور تبلیغ کی ضرورت نہیں رہے گی جس کو ہر حالت میں لازمی قرار دیا گیا ہے۔

جب شیطان نے کہا کہ میں بنی آدم کو گمراہ کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑوں گا تو خدا نے اس کے جواب میں یہ نہیں کہا کہ تم کو مقابلہ نہیں کرنے دیا جائے گا اور تم کو بزور روک دیا جائے گا۔ بلکہ یہ فرمایا کہ میرے فرمانبردار بندوں پر تیرا غلبہ نہیں ہوگا اور مقابلہ میں تجھ کو شکست ہوگی۔

شیطان کے بالمقابل اہلِ اسلام کو بھی پُر امن طریقوں سے تبلیغ کی ہدایت کی گئی ہے اور صاف طور پر کہہ دیا گیا ہے کہ دین کے معاملہ میں جبر سے کام نہ لو۔ کیونکہ دین کے معاملہ میں جبر کو کام میں لایا جائے تو اسکے یہ معنے ہوتے ہیں کہ مبلغ کے پاس کوئی مسکت خصم دلیل نہیں ہے اور وہ طاقت کے بل بوتے پر اپنی بات منوانی چاہتا ہے۔ خدا کے فرمانبردار اور شکرگزار بندے تھوڑے ہوتے ہیں جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا "وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ (۳۴/۱۳) میرے شکر گزار بندے تھوڑے ہوتے ہیں۔ خدا کا یہ وعدہ ہے، کہ شکر گزار بندوں پر شیطان غالب نہیں آئے گا شکر گزار بندوں کے علاوہ باقی مسلمان شیطان کی زد میں ہیں وہ ان کو دامِ تزویر میں لا کر مرتد کر سکتا ہے۔ اور اگر وہ بعض مسلمانوں کو مرتد کرنے میں کامیاب ہو جائے تو شیطان اور مرتدین کی سزا سوائے جہنم کے اور کوئی نہیں بتائی گئی۔ لہذا یہ خیال کسی طرح بھی صحیح نہیں ہو سکتا کہ مرتد از اسلام واجب القتل ہے۔

اگر مرتد کی سزا قتل ہوتی جیسی کہ قاتل کی سزا قتل ہوتی ہے اور مرتد ارتداد کی سزائے قتل دُنیا میں بھگت لیتا تو اس کو عاقبت میں جہنم کی سزا نہیں ملنی چاہیئے۔ کیونکہ جو سزا اُس کے لئے مقرر تھی وہ اُس نے بھگت لی۔ اور اس کو دوبارہ سزائے جہنم دینا انصاف سے بعید ہے۔ اگر زانی سو تازیانہ کی سزا دُنیا میں بھگت لے تو فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ آخرت میں اس کو زنا کی سزا نہیں دی جائے گی۔

مندرجہ ذیل آیاتِ قرآنیہ میں مرتدین کی سزا جہنم مقرر کی گئی ہے اور ان کو کفار کے زمرہ میں شامل کیا گیا ہے جنکی سزا صرف جہنم مقرر ہے۔ کسی آیۃ میں اشارۃً یا کنایۃً بھی مرتد کی سزا قتل نہیں بتائی گئی۔ بلکہ مرتد کو تائب ہونے کا موقع دیا

گیا ہے۔ اور اگر وہ بعد ارتداد تائب ہو جائے تو اسکو عذاب جہنم سے بھی بچایا جائے گا۔ اگر مرتد کی سزا قتل ہوتی تو پھر توبہ کا سوال پیدا نہیں ہوتا تھا۔

(۱) وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ (۲۱۷/۲)

(۱) تم میں سے جو اپنے دین سے مرتد ہو جائے اور کافر ہونے کی حالت میں مر جائے تو ایسے لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے۔ یہ لوگ آگ میں ڈالے جائینگے جس میں ہمیشہ رہیں گے۔

تشریح:- اس آیۂ کریمہ میں مرتد کو کافر کہہ کر اس کو وہی حیثیت دی گئی ہے جو ایک عام کافر کی ہے۔ نیز اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرتد کو قتل کی سزا نہیں دی جاتی بلکہ اس کو طبعی موت سے مرنے کی مہلت دی جاتی ہے اور اس کی سزا آتش جہنم مقرر کی گئی ہے نہ کوئی دنیوی سزا۔

(۲) كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۚ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ○ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ○ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ○ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (۸۵ تا ۸۹/۳)

(۲) ایسے لوگوں کو خدا اپنے قرب کے راستے کیسے دکھا سکتا ہے جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے حالانکہ انہوں نے گواہی دی تھی کہ رسول سچا ہے اور ان کے پاس کھلے کھلے نشان آئے تھے۔ خدا ظالموں کو اپنے راستے نہیں دکھاتا ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ وہ خدا اور اسکے فرشتوں اور تمام لوگوں کی دائمی لعنت میں گرفتار رہیں گے اور ان کے عذاب میں تخفیف نہیں کی جائیگی اور ان کو ڈھیل بھی نہیں دی جائیگی۔ مگر وہ اس سزا سے بچ جائیں گے جنہوں نے ارتداد کے بعد توبہ کر لی اور اپنی حالت کی اصلاح کر لی اور خدا بخشنے والا مہربان ہے۔

تشریح:- اس آیۂ کریمہ میں مرتد کو کفار کے زمرہ میں شامل کیا گیا ہے اور اس کی سزا قتل نہیں قرار دی گئی بلکہ دائمی لعنت کی سزا تجویز کی گئی ہے۔ اور مرتد کو موقع بھی دیا گیا ہے کہ وہ توبہ کر کے اپنی حالت کی اصلاح کرے۔ اگر وہ تائب ہو جائے تو اس کا گناہ معاف ہو جاتا ہے۔ اگر ارتداد کی سزا قتل ہوتی تو پھر توبہ کے کیا معنے تھے۔

(۳) اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ○ (۱۳۷/۴)

(۳) جو لوگ ایمان لائے پھر کافر ہو گئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہو گئے پھر کفر میں بڑھتے ہی چلے گئے تو خدا ایسے لوگوں کے گناہ معاف نہیں کریگا اور نہ اپنی راہ انکو دکھائیگا۔

تشریح:- اس آیہ کریمہ میں بھی مرتدین کو کفار کے زمرہ میں شامل کیا گیا ہے اور اُن کی سزا قتل نہیں قرار دی گئی بلکہ اُن کی سزا یہ بتائی گئی ہے کہ وہ خدا کے قرب کی راہوں کو نہیں پائیں گے۔ یہاں ایسے لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جو دو دفعہ ایمان لائے اور دو دفعہ منکر ہوئے اور پھر انکار اور تکذیب میں ترقی ہی کرتے گئے۔ اگر مرتد کی سزا قتل ہوتی تو پہلی دفعہ ہی ایسے لوگ قتل کر دیئے جاتے۔ اور اگر پہلی دفعہ بچ گئے تھے تو دوسری دفعہ ضرور ٹھکانے لگا دیئے جاتے۔ مگر باوجود بار بار کے کفر اور انکار کے ان کی یہ سزا مقرر کی گئی کہ وہ ہدایت اور نجات سے دُور رہیں گے۔

(۴) وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝	(۴) جن لوگوں نے ہمارے نشانوں اور روزِ آخرت کی تکذیب کی انکے اعمال ضائع ہو گئے۔ اور یہ سزا ان کے اعمال ہی کی ہے۔

(۷ : ۱۴۷)

تشریح:- آیہ کریمہ مندرجہ بالا میں جیسا کہ مرتدین کی سزا بیان کی گئی ہے کہ ان کے اعمال ضائع ہو گئے اسی طرح آیہ ہذا میں مکذبین یعنی کافروں کی سزا حبطِ اعمال رکھی گئی ہے۔ گویا کافروں اور مرتدوں کو ایک ہی لائن میں رکھا گیا ہے۔

ارتداد کے کئی باعث ہو سکتے ہیں اور مندرجہ ذیل قسم کے مرتدین ذہن میں آ سکتے ہیں:-

(۱) ایک شخص اپنا مسلک چھوڑ کر دینِ اسلام کی صداقت کے دلائل بیّنہ سُنے بغیر کسی طاقت کے اثر کے ماتحت مسلمان ہو جاتا ہے مگر اُس کا دل پورے طور پر مطمئن نہیں ہوتا۔ پھر مؤثر طاقت کے مفقود ہونے پر منکر ہو جاتا ہے۔

(۲) ایک شخص مسلمان ہو کر ایسے ماحول میں زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے جو اُس کی ایمانی طاقت کو اندر ہی اندر کھاتا رہتا ہے اور بالآخر تمدنی مجبوریاں اُسکو ترکِ اسلام پر آمادہ کر دیتی ہیں اور پھر وہ علانیہ مرتد ہو جاتا ہے۔

(۳) ایک شخص اخلاص سے مسلمان ہو جاتا ہے مگر اُس کے والدین اور قریبی غیر مسلم رشتہ دار بار بار کے عجز و الحاح سے اور بالآخر اس کو بیش قیمت جائیداد کی وراثت سے محروم کر دینے کی دھمکی دیکر ورغلا لیتے ہیں اور اہلِ اسلام کی طرف سے اس کو کسی قسم کی مالی اور تمدنی امداد نہیں پہنچتی اور وہ اسلام کو چھوڑ دیتا ہے۔

(۴) ایک شخص اسلام کی حقانیت کے دلائل بیّنہ سنکر علی وجہ البصیرت مسلمان ہو جاتا ہے اور کوئی دُنیوی زبردست طاقت اسکو علانیہ ترکِ اسلام پر مجبور کر دیتی ہے مگر اس کے قلب میں صداقتِ اسلام جاگزیں ہوتی ہے۔

(۵) ایک شخص فی الحقیقت مسلمان ہو جاتا ہے مگر مخالفِ اسلام گروہ کے دلائل سُن کر اور اہلِ اسلام کی طرف سے کافی جواب نہ سُن کر نیک نیتی سے مرتد ہو جاتا ہے۔

(۶) ایک شخص مسلمان تو ہو جاتا ہے مگر بسبب اپنی بداعمالی

اور بدکرداری کے ایمانی طاقتوں کو کھو بیٹھتا ہے اور
نہ دل سے منکرِ اسلام ہو جاتا ہے مگر سیاسی مصلحتوں کی
وجہ سے علانیہ ترکِ اسلام نہیں کرتا اور منافقانہ
طور پر مسلمان بنا رہتا ہے۔

(۷) ایک شخص مسلمان ہو کر مرتد ہو جاتا ہے اور پھر مخالف
اسلام طاقتوں کے ساتھ مل کر بذریعہ قتل و غارتگری
اہلِ اسلام کی جان و مال کو نقصان پہنچاتا اور معاشرہ
میں فتنہ و فساد برپا کرتا ہے۔

(۸) ایک شخص علانیہ مسلمان کہلاتا ہو، خدا اور رسول اور
ملائکہ اور الہامی کتابوں اور روزِ آخرت پر ایمان
لاتا ہو۔ اور قبلہ کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتا ہو اور
حج اور زکوٰۃ کا انکار نہ کرتا ہو۔ اور باوجود ان
سب باتوں کے بعض علماءِ زمانہ اس کے مرتد از اسلام
ہونے کا فتویٰ دیتے ہوں۔

نمبر ۱ تا ۸ قسم کے مرتدوں میں سے کسی کو عدل و انصاف
کی رُو سے محض ارتداد کی بنا پر دُنیوی سزا نہیں دی
جا سکتی بلکہ نمبر ۸ کے متعلق تو صریح ارشادِ ربانی موجود ہے
کہ اس کو کوئی سزا نہیں ملے گی۔

(۱) مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ   (۱) جو لوگ ایمان لانے کے
مِنْ بَعْدِ إِيْمَانِهِ   بعد شرحِ صدر سے خدا
إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ   کے منکر ہو گئے اُن پر
وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ   خدا کا غضب نازل ہوگا
بِالْإِيْمَانِ وَلٰكِنْ   اور وہ بھاری عذاب
مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ   میں گرفتار ہوں گے۔
صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ   مگر ایسا شخص غضبِ الٰہی
غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ   اور عذاب سے بچ جائیگا
لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ   جس سے جبراً انکارِ حق
(۱۶/۱۰۶)   کرایا گیا ہو اور اس کا
قلب ایمان سے مطمئن ہو۔

تشریح:۔ اس آیۂ کریمہ میں بھی مرتد کو قتل کی سزا دینے کا
حکم نہیں دیا گیا بلکہ خدا کی طرف سے غضب اور عذابِ
عظیم کی وعید دی گئی ہے اور ایسا شخص مستثنیٰ کیا گیا ہے
جس سے جبراً اللہ تعالیٰ کا انکار کرایا گیا ہو۔

نمبر ۶ میں ایسا مرتد آتا ہے جس کو منافق کہا جا سکتا ہے اور
منافق کی سزا آیۂ ذیل میں دوزخ قرار دی گئی ہے۔

(۱) إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ   (۱) منافق دوزخ کے
فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ   سب سے نچلے طبقے
مِنَ النَّارِ (۴/۱۴۵)   میں ہوں گے۔

نمبر ۷ والے مرتد کی وہی سزا ہے جو ایک قاتل اور غارتگر
کی ہونی چاہیئے نہ کوئی اور۔

نمبر ۸ والے شخص کو دُنیا کی کوئی طاقت مرتد از اسلام
یا غیر مسلم نہیں قرار دے سکتی اور نہ وہ علماء کے کسی فتوے
کی بنا پر مستوجبِ سزا ہو سکتا ہے۔ سزا کسی جسمانی عضو
یا قُوّت کے ناجائز استعمال یا زبان کے ناملائم الفاظ کی بنا
پر دی جا سکتی ہے۔ جو شخص بظاہر کوئی فعل خلافِ اسلام
نہ کرتا ہو اور زبان سے اپنے آپکو مسلم اور مومن بیان کرتا
ہو اور کوئی حرکت یا سکون اس کا ایسا نہ ہو جو جرم کی حد
تک پہنچتا ہو اس کو کسی شخص کے کہنے سے چاہے وہ شخص بلحاظ
علم و فضل کے کتنا ہی جلیل القدر ہو سزا نہیں دی جا سکتی۔
اسلامی طاقت کو صریح طور پر حکم دیا گیا ہے کہ کسی غیر مسلم

قوم کے ساتھ اگر تمہاری عداوت بھی ہو تو بھی تم انصاف کو ہاتھ سے نہ دو اور کسی قوم کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم بے انصافی کرو۔ اور اگر تم کو حاکم یا حَکَم یا ثالث بنایا جائے تو عدل و انصاف سے فیصلہ کرو۔

(۱) وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى (۵/۹)

(۱) کسی قوم کی دشمنی تم کو کبھی اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو تم انصاف کرو کہ وہ تقویٰ اور پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے۔

(۲) وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ

(۲) اگر تم کو لوگوں کے مابین فیصلہ کرنے کے لئے حَکَم یا ثالث بنایا جائے تو تم انصاف سے فیصلہ کرو۔

ہندوستان میں مسلمانوں نے قریباً ہزار سال تک حکومت کی ہے اور اس عرصہ میں بڑے بڑے دیندار بادشاہ مثلاً ناصر الدین شاہ و اورنگ زیب گزرے ہیں، جو خلفاء راشدین کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کرتے تھے اور اپنے ہاتھ کی کمائی سے روٹی کھاتے تھے اور بیت المال کے روپے سے اپنی ذاتی ضروریات پوری نہیں کرتے تھے۔ اورنگ زیب تو اپنی بادشاہی کو خلافت کا نام دیتا تھا (جیسا کہ اس کے بعض رقعات رقعاتِ عالمگیری سے ظاہر ہوتا ہے) گویا وہ اپنے آپ کو خلیفہ ظاہر کرتا تھا۔ لیکن تاریخ پتہ نہیں دیتی کہ کسی مسلمان بادشاہ نے مرتد از اسلام کو موت کی سزا دی ہو۔ اور علماء کے فتوے کے مطابق کسی فرقہ اسلام کو مرتد از اسلام قرار دیکر اُس کو موت کے گھاٹ اُتارا ہو۔

اورنگ زیب جیسے متشرع بادشاہ کے عہد میں پیر محمد حسین مشہدی نے جو عالمِ متبحر ہند اور متمول تھا صاف طور پر نبوت کا دعویٰ کیا۔ نئی نماز نکالی اور اپنا لقب نمود و انمود رکھا اور ایک کتاب "آغوزۂ مقدسہ" لکھی۔ اورنگ زیب نے اُس سے کوئی بازپرس نہیں کی۔ اورنگ زیب کے بعد اُس کے پسر بہادر شاہ نے بھی اسکو نہیں چھیڑا۔ فرخ سیر کے عہد میں بھی وہ موجود تھا جو اس کی پابوسی کے لئے ایک دفعہ آدھی رات کے وقت اسکے پاس گیا تھا۔ محمد شاہ کا زمانہ بھی اُس نے پایا تھا۔ آخر وہ طبعی موت سے فوت ہوا اور اس کی وفات کے بعد اسکے فرزندوں اور مریدوں کے مابین اس کی جانشینی کے تنازعات پیدا ہو گئے جن کی وجہ سے اُس کا سلسلہ مٹ گیا۔ (دیکھو داستانِ ترکتازانِ ہند مؤلفہ مرزا نصر اللہ خاں اصفہانی اتالیق نواب محبوب علی خاں والئے دکن)

تعلیم اللغۃ العربیۃ

عربی زبان کے متعلق آسان اسباق

بارھواں سبق

اسم فاعل کے صیغے

آپ جانتے ہیں کہ کوئی کام کرنے والا یا مرد ہوگا یا عورت ہوگی اور پھر یا ایک ہوگا یا دو ہوں گے یا دو سے زیادہ ہوں گے اس لحاظ سے عربی زبان میں اسم فاعل کے چھ صیغے ہوتے ہیں اور عقلاً بھی چھ ہی صیغے ہونے چاہئیں

(۱) واحد مذکر (۲) تثنیہ مذکر (۳) جمع مذکر

(۴) واحد مؤنث (۵) تثنیہ مؤنث (۶) جمع مؤنث

بطور مثال اسم فاعل جَالِسٌ کی گردان یوں ہوگی :-

واحد مذکر	تثنیہ مذکر	جمع مذکر
جَالِسٌ	جَالِسَانِ	جَالِسُوْنَ
بیٹھنے والا ایک مرد	بیٹھنے والے دو مرد	بیٹھنے والے بہت مرد
واحد مؤنث	تثنیہ مؤنث	جمع مؤنث
جَالِسَةٌ	جَالِسَتَانِ	جَالِسَاتٌ
بیٹھنے والی ایک عورت	بیٹھنے والی دو عورتیں	بیٹھنے والی بہت عورتیں

اس طریق پر ہر اسم فاعل کے چھ صیغے ہوں گے اور ان صیغوں کو مختلف اسموں اور ضمیروں کے ساتھ ملا کر جملے بنائے جائیں گے۔

مشق ۱

مندرجہ ذیل عربی جملوں کا اُردو میں ترجمہ کریں :-

(۱) زَیْنَبُ آتِیَةٌ - (۲) خَالِدٌ جَالِسٌ - (۳) هِنْدُ نَائِمَةٌ - (۴) خَوْلَةُ وَعَائِشَةُ رَاجِعَتَانِ - (۵) هُنَّ دَاخِلَاتٌ - (۶) هِيَ شَاكِرَةٌ - (۷) هُمَا غَائِبَانِ - (۸) هُمَا غَائِبَتَانِ (۹) هُمْ تَائِبُوْنَ - (۱۰) هُوَ فَاسِقٌ - (۱۱) أَنْتَ ذَاهِبٌ - (۱۲) أَنْتُمْ قَائِلُوْنَ - (۱۳) أَنْتُنَّ عَاقِلَاتٌ - (۱۴) أَنْتُمَا ضَارِبَانِ - (۱۵) أَنْتُمَا ضَارِبَتَانِ

مشق ۲

مندرجہ ذیل فقرات کا عربی میں ترجمہ کریں :-

(۱) تو عقلمند ہے۔

(۲) وہ وعدہ کرنے والی عورتیں ہیں۔

(۳) تم جانے والے مرد ہو۔

(۴) وہ دو نو مرد سونے والے ہیں۔

(۵) وہ دو نو عورتیں بیٹھنے والی ہیں۔

(۶) وہ ایک مرد ظالم ہے۔

(۷) تم دو مرد پکڑنے والے ہو۔

(۸) ہم سب حفاظت کرنے والے ہیں۔

(۹) میں شکر کرنے والا ہوں۔

(۱۰) میں توبہ کرنے والی ہوں۔

تحقیق اُمّ الاَلسِنہ

یعنی

عربی زبان کے تمام زبانوں کی ماں ہونے کا قطعی ثبوت!

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو الفرقان اکتوبر ۵۳ء)

(۱۲)

یورپ اور تحقیق السنہ

(از قلم جناب شیخ محمد احمد صاحب مظہر ایڈووکیٹ لائلپور)

کامل زبان کا معیار ایک کامل زبان کے معیار بھی ان علماء نے پیش کئے ہیں:-

(أ) سب سے بہتر وہ زبان ہوگی جو زیادہ سے زیادہ مفہوم کو تھوڑے الفاظ میں آسانی سے ادا کر سکے۔ (صفحہ ۳۲۴ جسفرسن)

(ب) "لفظ کا چھوٹا ہونا محنت اور وقت کو بچاتا ہے اور زبانیں اس طرف ترقی کر رہی ہیں"۔ (صفحہ ۳۲۱)

ایک کامل زبان کے لئے انسان کی فطرت میں تڑپ اور پیاس ہے۔ اس امر کو علامہ جسفرسن ان لفظوں میں بیان کرتے ہیں:-

(ج) "کوئی زبان ابھی تک کمال حاصل نہیں کر سکی۔ بہترین زبان وہ ہوگی جو ایک معین چیز کو معین الفاظ میں بیان کرے اور باہم مشابہ اشیاء کو مشابہ الفاظ میں ادا کرے۔ ہر بے قاعدگی اور ابہام سے پرہیز کرے۔ مفہوم اور لفظ کی آواز میں ہم آہنگی کو قائم رکھے۔ ہر مفہوم کے مختلف اور نازک سے نازک پہلو کو بہ آسانی ادا کرے۔ نظم و نثر، حسن و صداقت، خیالات اور احساسات سب پر یکساں حاوی ہو تا انسانی رُوح کو ایک ایسا لباس میسر آجائے جو آزادی اور شکوہ کا حامل ہو اور رُوح کی قامت پر درست آئے اور اس میں ہمہ کسی حرکت میں رکنے نہ دے (صفحہ ۳۴۴

(د) سقراط کا قول ہے کہ بہترین زبان وہ ہوسکتی ہے ' جس میں الفاظ اور مفہوم میں مکمل رشتہ قائم رہے۔ ظاہر ہے کہ مذکورہ معیار پر مفرد الفاظ ہی پورے اُتر سکتے ہیں اور یہ معیار نظام مفردات کو چاہتا ہے جیسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شرح و بسط سے "منن الرحمٰن" میں درج فرمایا ہے۔ اور اسی غرض سے منن الرحمٰن میں ام الالسنہ ایسے ادق اور نئے مضمون کو مفرد الفاظ میں لکھا ہے تا عربی زبان کا کامل ہونا اُس کے نظام مفردات سے ثابت ہوجائے۔

عجمی زبانیں خواہ سنسکرت ہو یا لاطینی یا یونانی۔ مرکب الفاظ کا ذخیرہ ہیں۔ اور مرکبات کی ضرورت تبھی ہوتی ہے جب زبان میں نظام مفردات موجود نہ ہو۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ مندرجہ بالا معیار پر مرکب الفاظ پورے نہیں اُترتے۔ لفظ کا چھوٹا ہونا ' بلا کم و کاست مفہوم کو ادا کرسکنا ' ہر قسم کے مفہوم کے لئے لفظ کا موجود ہونا مفرد لفظ کے شایان شان ہے نہ کہ مرکب لفظ کے۔

دراصل یہ وہی دلیل ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیان فرمائی کہ نظام عالم اور عربی کا نظام مفردات دو مرآیا متقابلہ ہیں اور خدا تعالےٰ کا فعلی نظام لغت عرب کے اندر بطور قولی نظام منضبط ہوا ہے اور اسی کی طرف کتاب اللہ رہنمائی کرتی ہے۔ جہاں فرمایا وَمِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ ۝

ایک اور سوال یہاں ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے یعنی یہ کہ مغربی محققین کی نظر کیوں اس طرف نہیں گئی کہ زبانیں عربی سے نکلی ہیں حالانکہ اُن میں عربی کے بڑے بڑے فاضل موجود ہیں۔ تاریخی ذخیرے ان کے پاس ہیں تحقیق کے لئے سرمایہ ' وقت ' حوصلہ افزائی اور ہر طرح کی امداد انہیں میسّر ہے۔ اُن میں آزاد خیال ' وسیع النظر اور بے تعصب لوگ بھی ہیں (جیسا کہ جسٹرسن جس کی بے لاگ آراء بہت قابل تعریف ہیں) ان تمام اسباب کے باوجود اُن کا عربی زبان کو ام الالسنہ قرار نہ دینا ایک عام آدمی کو تذبذب میں ضرور ڈالتا ہے۔ اس کا جواب حسب ذیل ہے :-

اوّل ۔ کل امور [illegible] یا وقتا تھا۔ ہر شیٔ وقت و ہر نکتہ مکانے [illegible]۔ یہ سوال ایسا ہی ہے کہ موجودہ زمانے کی ایجادات ہوائی جہاز ' سینما ' راکٹ ' وائرلیس اور ایٹم بم وغیرہ بیشتر صدیوں میں کیوں نہیں ایجاد ہوئے۔ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ۔

ثانیاً۔ فلالوجی ابھی تازہ سائنس ہے اور اس باب میں گو بہت کچھ تحقیق ہوئی ہے مگر یہ تشنۂ تکمیل ہے اور کوئی آخری فتویٰ اس بارے میں تاحال صادر نہیں ہوا۔ اور نہ انسان کے ناقص علم کو یہ حوصلہ ہے کہ وہ اس قدر ہمہ گیر اور انقلاب انگیز دعویٰ کرسکے کہ دُنیا کی تمام زبانیں کسی ایک زبان یا عربی سے نکلی ہیں۔ کیونکہ یہ ظاہری علوم کی دسترس سے باہر اور تاریخ معلوم سے پیشتر کی بات ہے۔ جس کے متعلق دستاویزی یا زبانی ثبوت و شہادت نایاب ہے۔ پس لامحالہ یہ امر صرف اور محض نور الہام

کی روشنی میں طے ہو سکتا تھا۔ کیونکہ یہ ایک
وراء الوراء اور علمِ غیب کی بات ہے کہ زبان کی
ابتداء کس طریق پر ہوئی۔ ظاہری علوم یہ حوصلہ
نہیں کر سکتے کہ اس قدر بڑا دعویٰ کر سکیں۔ ہمیں
اس بارے میں جو بصیرت حاصل ہے اسکی بنیاد
فرقانِ حمید کی روشنی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام
کے تازہ الہامات ہیں۔ اور اسی لئے حضورؑ نے دُنیا
کو للکار کر حق الیقین اور تحدّی کے ساتھ یہ دعویٰ
پیش فرمایا ہے۔ اور بجز ایک ملہم من اللہ کے کون
یہ کہہ سکتا ہے کہ اس بارے میں :۔

"واللہ ما خرجت من فمی کلمۃ
وما انکشفت علی حقیقۃ الا
بتفہیمہ وما علمت شیئاً
الا بتعلیمہ۔ اور بخدا میرے
مُنہ سے کوئی کلمہ نہیں نکلا اور نہ کوئی
حقیقت مجھ پر کھلی مگر اس طرح پر کہ خدا
نے ہی مجھے سمجھایا اور خدا نے ہی مجھے
سکھلایا" (منن الرحمٰن صہ ۲۴)

اور نیز یہ کہ :۔

"عربی کے الفاظ وہ الفاظ ہیں جو
خدا کے مُنہ سے نکلے ہیں اور دُنیا میں
فقط یہی ایک زبان ہے جو خدائے
قدّوس کی زبان اور قدیم اور تمام
علوم کا سرچشمہ اور تمام زبانوں کی
ماں اور خدا کی پہلی اور آخری وحی
کا تخت گاہ ہے" (اسلامی اصول کی
فلاسفی صہ ۹۵)

ثالثاً۔ تقلید انسان کے لازم حال ہے۔ پُرانی راہ و
روش کو ترک کرنا اور نئی جستجو کرنا ہر ایک کا کام
نہیں۔ ما وجدنا علیہ آباءنا دنیا کا عام دستور
ہے۔ اہل مغرب چونکہ بالعموم سنسکرت کو شروع
میں قدیم زبان سمجھ بیٹھے تھے اسلئے بعد میں آنیوالے
اسی راہ پر گامزن رہے اور پھر جب سنسکرت قدیم
زبان ثابت نہ ہوئی تو کسی دوسری زبان کیطرف
توجہ کرنیکی بجائے انہوں نے یہ کہہ کر خود کو تسلّی دی
کہ شاید وہ زبان اب دُنیا میں موجود نہیں۔ کسی
اور زبان کی طرف جانے میں پہلے لوگوں کی تکذیب
اور خود اپنی تحقیق ملیامیٹ ہوتی تھی اس سے
قدیم ترین زبان کو بے سراغ کہنے میں زیادہ سلامتی
نظر آئی ع کردن صد عیب نکردن یک عیب۔
علاوہ ازیں انسان کی عادت میں داخل ہے کہ وہ
اپنے کئے پر قائم رہنا چاہتا ہے ع نتواں نمود ترکِ
ستائش ستودہ را۔ ان حالات میں سنسکرت سے
آگے یہ علماء نہیں جا سکے اور ان کی نفسیاتی کیفیت
اس راہ میں حائل ہو گئی۔

راقم نے یہ بات یونہی نہیں کہی بلکہ اِن علماء کا
طرزِ تحقیق اس نفسیاتی کیفیت کا غمّاز ہے۔ مثلاً
بعض لفظوں کا اشتراک انہوں نے دس دس
پندرہ پندرہ زبانوں میں ثابت کیا مگر عربی میں بھی
وہی لفظ موجود تھا لیکن اسکی طرف ان کی نظر گئی ہی

نہیں۔ مندرجہ ذیل مثالیں قابلِ توجہ ہیں:۔

(۱) انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا صفحہ ۹۵ پر درج ہے کہ انگریزی لفظ She (وہ عورت) کی قدیم ترین شکل HEO تھی جو پندرھویں صدی تک قائم رہی اور بعد میں یہ لفظ She ہو گیا۔ اور لکھا ہے کہ HEO کا ماخذ نہیں ملتا۔ صریحاً یہ لفظ ھِیَ (وہ عورت) ہے لیکن عربی کی طرف کوئی جائے تو سراغ ملے۔ اِس سے ظاہر ہے کہ لاطینی، یونانی اور سنسکرت میں ماخذ کا نہ ملنا ان لوگوں کے نزدیک کسی لفظ کے بے سراغ ہونے پر دال ہے اور اسی لئے ایک بے سُراغ زبان کا نظریہ قائم کیا گیا ہے۔

(ب) لفظ ماں اور باپ کی تحقیق انہوں نے بہ طریق ذیل کی ہے۔ (۱) عبرانی میں Em (۲) سُریانی میں Ummo (۳) البانوی میں Ama۔ اب یہ لفظ صریحاً اُمّ (ماں) عربی ہے لیکن اسکا ذکر قطعاً نہیں کیا گیا۔ (دیکھو جسپرسن صفحہ ۱۵۵)۔ (۴) ہندی میں ماں یا اماں۔ نون حرفِ غُنّہ زائد ہے (۵) سنسکرت میں ایک قرأت اسکی Amba بھی ہے۔ گویا B حرفِ غنّہ M کے ساتھ پیدا ہو گیا ہے۔ (۶) لفظ اُمّ کے ساتھ T حرفِ صوت زائد لگ کر (۷) سنسکرت میں ماتا (۸) پُرانی فارسی میں ماتا بھی لفظ ہے۔ (۹) پرانی فارسی میں اس کی ایک شکل Maer بھی ہے۔ گویا R حرفِ صوت زائد ہے (۱۰) پھر ماتا R کا اضافہ ہوا تاکہ یہ R دوسرے لاحقے لگنے کے لئے حرفِ وصل کا کام دے سکے۔ مثلاً maternal - maternity وغیرہ۔ اسلئے سنسکرت میں ماترا (۱۱) لاطینی میں mater (۱۲) پُرانی سیکسن میں moder (۱۳) انگریزی میں mother (۱۴) فارسی میں مادر بنا۔ جس طرح اُمّ سے ماتا اور ماترا بنے بعینہ اسی طریق پر اب (باپ) سے سنسکرت پِتا[۱] اور لاطینی Allāh[۲] اور پھر لاطینی pater[۳] - انگریزی father[۴] - فارسی پدر[۵] بنا۔ (۱۵) اُمّ کا میم مکرر ہو کر انگریزی mama - فارسی مام بھی لفظ ہے۔ M حرفِ مکرر ہے اور اسی اسلوب پر اَبّ کی بے کا تکرار ہو کر ہندی باپ اور بابو۔ فارسی باب - انگریزی papa - لاطینی Pepe بھی لفظ ہے۔ B پر ابدال P حرفِ مکرر ہے۔

یہاں سے ظاہر ہے کہ اُمّ اور اَبّ میں تبدیلی اور بیشی ایک سا ہی اسلوب پر ہوئی ہے۔ پس جب کوئی لفظ بدلتا یا بگڑتا ہے تو بے قاعدہ طریق پر نہیں بلکہ ایک مقررہ اسلوب پر یہ تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ لفظ اُمّ نے پندرہ چُولے بدلے ہیں مگر میم ہر جگہ قائم اور مشترک رہا ہے۔ لفظ اَبّ نے دس رُوپ اختیار کئے مگر B یا P قائم رہی۔ پس بلوم فیلڈ (صفحہ ۱۳) کا یہ قول بجا ہے کہ:۔

"اس قسم کی مشابہت گو تاریخی امور ہیں لیکن ان کی اہمیت واضح ہے۔ کیونکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انسانی افعال بہ حیثیت عمومی بھی بے قاعدہ واقع نہیں ہوتے خواہ اُن کا تعلق ایک چھوٹی سی

دات یعنی ایک لفظ کے طرزِ ادا سے ہو"۔ علاوہ ازیں علامہ جیفرسن کا یہ قول کہ "کسی چھوٹی سے چھوٹی زبان کو بھی حقیر اور دلچسپی سے خالی نہیں سمجھنا چاہیئے" اس بات سے ثابت ہوتا ہے کہ پنجابی زبان میں اَب کی بجائے "پیو" یا "پے" بمعنی باپ لفظ اَبّ سے اقرب ہے بہ نسبت دوسری زبانوں کے۔

(ج) جس طرح اُمّ سے ماتا بنا۔ اسی طرح لفظ عمّہ (پھوپھی) سے Amita (پھوپھی) بنا۔ جو بعد میں بالتسلیم Aunt ہو گیا۔ لیکن حیرت ہے کہ جیفرسن ایسا بے تعصب اور فراخدل محقق اسے ماتا بمعنی ماں پر مبنی قرار دیتا ہے انگریزی کتابت میں چونکہ الف اور عین کی تمیز نہیں اسلیئے اُمّ اور عمّہ میں امتیاز نہیں ہو سکتا۔ اور یہ فاش غلطی جیفرسن ایسے فاضل سے سرزد ہو گئی۔

مندرجہ بالا قسم کی ہزاروں مثالیں دیجا سکتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ She کی سابقہ شکل HEO دراصل "ھِیَ" ہے۔ اور مندرجہ بالا ۱۵ شکلیں لفظ اُمّ کی ہیں۔ اور اسی طرح لفظ اَب نے دس شکلیں اختیار کی ہیں۔ AUNT یعنی AMITA دراصل عمّہ ہے نہ کہ اُمّ لیکن تقلید اور نفسیاتی کیفیت ان علماء کو عربی کی طرف آنے ہی نہیں دیتی۔ اسلئے "ڈاٹی اوٹ پہاڑ" نظر نہیں آتا۔ گویا سنسکرت، لاطینی، یونانی۔ تین کھونٹ میں جانا جائز ہے چوتھی کھونٹ یعنی عربی کی طرف جانا منع ہے۔

رابعاً۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ عربی الفاظ مختلف زبانوں اور ملکوں میں جا کر بگڑے۔ تو یہ بگاڑ تین بڑے طریقوں پر ہوا۔ یعنی (۱) آب و ہوا کے اثر سے حروف کا ابدال ہوا (۲) گرامر کی تصریفات نے الفاظ کا حلیہ بگاڑا (۳) پھر مختلف قسم کے تصرفات بروئے کار آئے جن میں اشباع، امالہ، ترخیم، حذف کے علاوہ

PROSTHESIS - یعنی لفظ کے شروع میں کسی حرف کا اضافہ کرنا۔

RARAGOGE - یعنی لفظ کے آخر میں کسی لفظ کا اضافہ کرنا۔

EPITHESIS - یعنی لفظ کے وسط میں کسی لفظ کا اضافہ کرنا۔

ELISION - یعنی لفظ میں سے سہولتِ ادا کی خاطر کسی حرف کو گرا دینا۔

SYNCOPE - یعنی دو مفرد الفاظ کو مرکب بناتے ہوئے درمیان میں سے حروف کا گر جانا۔

METATHESIS یعنی مقلوبیت یا حروف کا آگے پیچھے ہو جانا۔

وغیرہ وغیرہ کئی قسم کی تبدیلیاں ہیں جنہوں نے عربی الفاظ کے چہرے کو مسخ کر دیا۔ ان تمام تبدیلیوں سے الفاظ کو پاک کرنا یکجائی طور پر ان کو عمل میں لانا کوئی آسان کام نہیں۔ گو یہ علماءِ السنہ کے مسلمہ اصول ہیں لیکن ایک غلط نقطۂ خیال نے عربی پر ان اصول کو عائد کرنے کا موقع ہی

نہیں آنے دیا۔ ورنہ اگر ان مسلمہ پیچیدگیوں کو نکال دیا جاتا تو عربی مآخذ کا برآمد ہونا چنداں دشوار نہ تھا۔ اِن امور سے غفلت اور سنسکرت کی طرف انتہائی توجہ کا نتیجہ تھا کہ منزلِ مقصود گم ہو گئی ؎

رفتم کہ خار از پاکشم محمل نہاں گشت از نظر
یک لحظہ غافل گشتم و صد سالہ راہم دور شد

بعض دفعہ ایک معمولی اور حقیر سی بات کی طرف متوجہ ہونا عظیم الشان ایجادات کا موجب بن جاتا ہے۔ اور اس کے برعکس ذرا سی چوک بعض دفعہ ناکامی کی وجہ ہو جاتی ہے۔

خامسًا۔ پانچویں وجہ یہ ہے کہ توحید تمام حقانی علوم کا سرچشمہ ہے ؎

علم آں بود کہ نورِ فراست رفیقِ اوست

ایک موحّد کو یقین ہے کہ دنیا کے تمام ادوار کا نقطۂ مرکزی توحید باری تعالےٰ ہے۔ اور زبانوں کا مسئلہ بھی اس سے باہر نہیں جا سکتا۔ لیکن ایک مادہ پرست یا دہریہ یا تثلیث کے شیدائی یا آواگون کے قائل یا مشرک کی نظر اس طرف نہیں جا سکتی، کہ ایک زبان ابتدا میں خدا تعالیٰ نے انسان کو سکھائی اور پھر اس سے دنیا کی باقی زبانیں نکلیں ؎

فکرِ ہر کس بقدرِ ہمتِ اوست

اسلئے اُم الالسنہ کا مسئلہ ایک غیر موحّد کے بس کی بات نہیں۔ اور مقدر تھا کہ یہ مسئلہ آخری زمانے میں مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعے سے ہی طے ہو۔

پس مندرجہ بالا پانچ وجوہات کی بنا پر ہو سکتا ہے کہ عربی زبان کا اُمّ الالسنہ ہونا مغربی محققین کی نظر سے پوشیدہ رہا ہو۔ واللہ اعلم بالصواب ؎

اے بسا علمے کہ از بے التفاتی ہائے خلق
در ضمیرِ معنی آگاہاں ہمے مستور ماند

اپنا نمبر ملاحظہ فرمائیں!

ذیل میں بقایا دار اصحاب کے نمبر خریداری درج ہیں آپ اپنا نمبر دیکھ کر اپنا بقایا ارسال فرمائیں ——————— (مینجر)

۱	۷۵	۱۶۹	۲۲۹	۳۰۶	۳۴۵	۳۹۵
۴	۷۷	۱۷۳	۲۳۱	۳۱۱	۳۵۵	۴۰۴
۵	۷۸	۱۷۹	۲۳۲	۳۱۲	۳۵۸	۴۰۸
۲۴	۸۰	۱۸۰	۲۴۷	۳۱۷	۳۶۲	۴۱۰
۲۹	۸۷	۲۰۶	۲۵۲	۳۱۹	۳۶۴	۴۱۱
۳۰	۹۵	۲۰۷	۲۵۳	۳۲۵	۳۶۷	۴۱۲
۳۱	۹۶	۲۰۸	۲۶۱	۳۲۶	۳۶۸	۴۱۵
۳۵	۱۵۳	۲۰۹	۲۹۲	۳۳۱	۳۶۹	۴۱۷
۴۱	۱۵۴	۲۱۰	۲۹۵	۳۳۵	۳۷۰	۴۱۸
۴۸	۱۵۶	۲۱۱	۲۹۷	۳۳۶	۳۷۵	۴۳۴
۵۱	۱۵۸	۲۱۲	۳۰۰	۳۳۷	۳۷۹	۴۳۹
۵۲	۱۵۹	۲۲۷	۳۰۴	۳۳۸	۳۸۳	۴۴۱
۶۸	۱۶۰	۲۲۸	۳۰۵	۳۴۰	۳۸۸	باقی پھر

تحقیقاتی کمیشن کے سات سوالوں کا جواب

[ذیل میں ان سات سوالوں کا جواب درج کیا جاتا ہے جو حکومت پنجاب کے مقرر کردہ تحقیقاتی کمیشن نے گذشتہ فسادات کی تحقیق کے تعلق میں صدر انجمن احمدیہ ربوہ سے کئے تھے اور صدر انجمن احمدیہ نے ان سوالوں کا جواب تیار کرا کے اپنے وکیل کے ذریعہ عدالت میں داخل کیا۔ (ایڈیٹر)]

سوال نمبر ۱۔ جو مسلمان مرزا غلام احمد صاحب کو نبی یعنی ملہم اور مامور من اللہ نہیں مانتے کیا وہ مومن اور مسلمان ہیں؟

جواب۔ "مسلم" اور "مومن" قرآن مجید کے محاورات کو دیکھتے ہوئے دو الگ الگ معنے رکھتے ہیں۔ مسلم نام اُمتِ محمدیہ کے افراد کا ہے اور ایمان دراصل اس روحانی اور قلبی کیفیت کا نام ہے جس کو کوئی دوسرا جان نہیں سکتا۔ خدا تعالیٰ ہی اس سے واقف ہوتا ہے۔

جہاں تک لفظ "مسلم" کا تعلق ہے قرآن کریم کی آیت "ھو سمّٰکم المسلمین" (سورہ حج رکوع ۱۰) کے مطابق اُمتِ محمدیہ کا ہر فرد مسلم کہلانے کا مستحق ہے۔ اس تعریف کی تاکید اس حدیث صحیح سے بھی ہوتی ہے کہ من صلّٰی صلٰوتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذٰلک المسلم الّذی لہٗ ذمّۃ اللہ وذمّۃ رسولہ۔ (بخاری بحوالہ مشکوٰۃ کتاب الایمان ص۱۲ مطبع اصح المطابع) یعنے جو شخص بھی ہمارے قبلہ (یعنی کعبہ) کی طرف منہ کر کے مسلمانوں کی سی نماز پڑھے اور مسلمانوں کا ذبیحہ کھائے پس وہ مسلمان ہے جس کو خدا اور اس کے رسول کی حفاظت حاصل ہے۔

باقی رہا "مومن"، سو کسی کو مومن قرار دینا درحقیقت خدا تعالیٰ کا کام ہے۔ عام اصطلاح میں "مسلم" اور "مومن" ایک معنوں میں استعمال ہو جاتے ہیں لیکن درحقیقت "مومن" خاص ہے اور "مسلم" عام۔ پس ہر مومن "مسلم" ضرور ہو گا لیکن ہر "مسلم" کا "مومن" ہونا ضروری نہیں۔

مندرجہ بالا تشریح کے مطابق جو شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتا ہے اور آپ کی "اُمت" میں سے ہونیکا اقرار کرتا ہے وہ اپنے کسی عقیدہ یا عمل کی دانستہ یا نادانستہ غلطی کی وجہ سے اِس نام سے محروم نہیں ہو سکتا۔ ظاہر ہے کہ اِس تشریح کے مطابق اور قرآن کریم کی آیت "ھو سمّٰکم المسلمین" کے تحت کسی شخص کو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو نہ ماننے کی وجہ سے غیر مسلم نہیں کہا جا سکتا۔

ممکن ہے ہماری بعض سابقہ تحریرات سے غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔ اس کے متعلق ہم کہہ دینا چاہتے ہیں کہ ہماری ان بعض سابقہ تحریرات میں جو اصطلاحات استعمال کی گئی ہیں وہ ہماری مخصوص

ہیں۔ عام محاورہ کو جو مسلمانوں میں رائج ہے استعمال نہیں کیا۔ کیونکہ ہم نے اس مسئلہ پر کتابیں غیر احمدیوں کو مخاطب کرکے شائع نہیں کیں بلکہ ہماری یہ تحریرات، جماعت کے ایک حصہ کو مخاطب کرکے لکھی گئی ہیں۔ اسلئے ان تحریرات میں ان اصطلاحات کو مدنظر رکھنا ضروری نہیں تھا جو دوسرے مسلمانوں میں رائج ہیں۔

ہمارے اس عقیدہ کی تائید کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو نہ ماننے والا مسلمان "مسلمان" ہی کہلائے گا، حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے الہامات سے بھی ہوتی ہے چنانچہ ملاحظہ ہو آپ کا الہام

"مسلماں را مسلماں باز کردند"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۰۷ مطبوعہ ۱۹۰۷ء)

یعنی آپ کی بعثت کی غرض مسلمانوں کو حقیقی مسلمان بنانا ہے۔ ایک دوسرے الہام میں خدا تعالیٰ نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو یہ دعا سکھلائی ہے

"رَبِّ اَصْلِحْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ"

(تحفہ بغداد صفحہ ۲۳ مطبوعہ ۱۳۱۱ھ)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اپنی تمام کتابوں میں ان تمام مسلمانوں کو جو آپ کی جماعت میں داخل نہیں "مسلمان" کہہ کر ہی خطاب کیا ہے کیونکہ وہ اسلام کی عمومی تعریف کے مطابق کلمہ طیبہ پر ایمان لانے کا اقرار کرتے ہیں۔ ۱؎ اسی طرح موجودہ امام جماعت احمدیہ بھی ان کو مسلمان کے لفظ سے خطاب کرتے ہیں۔ (مثلاً ملاحظہ ہو الفضل ۱۹ مئی ۱۹۳۶ء و الفضل ۲۰ ستمبر ۱۹۲۷ء وغیرہ)

۱؎ ملاحظہ ہو رسالہ پیغام صلح مصنفہ مئی ۱۹۰۸ء صفحہ ۱۷ مطبوعہ ستمبر ۱۹۳۶ء بار دوم

ہاں آنحضرت صلعم نے بھی فرمایا ہے۔ یاتی علی الناس زمان لا یبقیٰ من الاسلام الا اسمہ (مشکوٰۃ کتاب العلم) یعنے لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ اسلام کا صرف نام رہ جائے گا۔ یہ حدیث اسی زمانہ کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ چنانچہ جماعت اسلامی کے امیر مولانا ابوالاعلیٰ صاحب مودودی بھی موجودہ زمانہ کے مسلمانوں کو جو ان کی جماعت میں شامل نہیں، ہیں صرف رسمی اور اسمی مسلمان قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ مسلمانوں کی دو قسمیں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"دنیا میں جو مسلمان پائے گئے ہیں یا آج پائے جاتے ہیں ان سب کو دو قسموں میں منقسم کیا جا سکتا ہے۔ ایک قسم کے مسلمان وہ جو خدا اور رسول کا اقرار کرکے اسلام کو بحیثیت اپنے مذہب کے مان لیں۔ مگر اپنے اس مذہب کو اپنی کلی زندگی کا محض ایک جزو اور ایک شعبہ ہی بنا کر رکھیں۔ اس مخصوص جزو اور شعبے میں تو اسلام کے ساتھ عقیدت ہو...... لیکن فی الواقعہ ان کو اسلام سے کوئی علاقہ نہ ہو۔ دوسری قسم کے مسلمان وہ ہیں جو اپنی پوری شخصیت کو اور اپنے سارے وجود کو اسلام کے اندر پوری طرح دے دیں۔ انکی ساری حیثیتیں ان کے مسلمان ہونے کی حیثیت میں گم ہو جائیں...... یہ دو قسم کے مسلمان حقیقت میں بالکل ایک دوسرے سے

مختلف ہیں۔ چاہے قانونی حیثیت سے دونوں پر لفظ مسلمان کا اطلاق یکساں ہو۔"

(رسالہ موسومہ مودودی و جماعت اسلامی حصہ سوم صفحہ ۷۹ تا ۸۰)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:۔

"یہ انبوہ عظیم جس کو مسلمان قوم کہا جاتا ہے اس کا یہ حال ہے کہ ۹۹۹ فی ہزار افراد نہ اسلام کا علم رکھتے ہیں نہ حق و باطل کی تمیز سے آشنا ہیں۔ نہ ان کا اخلاقی نقطۂ نظر اور ذہنی رویہ اسلام کے مطابق تبدیل ہوا ہے۔ باپ سے بیٹے اور بیٹے سے پوتے کو بس مسلمان کا نام ملتا چلا آرہا ہے۔" (مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم بار ششم صفحہ ۱۰۵-۱۰۶)

اسی طرح موجودہ دور کے مسلمانوں کے متعلق اہل حدیث کا خیال بھی ملاحظہ فرمایا جاوے۔ نواب صدیق حسن خان صاحب بھوپالوی اپنی کتاب اقتراب الساعۃ کے صفحہ ۱۲ پر تحریر فرماتے ہیں:۔

"اب اسلام کا صرف نام۔ قرآن کا فقط نقش باقی رہ گیا ہے۔ مسجدیں ظاہر میں تو آباد ہیں لیکن ہدایت سے بالکل ویران ہیں۔ علماء اس امت کے بدتر ان کے ہیں جو نیچے آسمان کے ہیں۔ انہی میں سے فتنے نکلتے ہیں انہی کے اندر پھر کر جاتے ہیں۔"

(اقتراب الساعۃ صفحہ ۱۲)

پھر جناب علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال نے موجودہ مسلمانوں کے متعلق اپنا خیال ان اشعار میں بیان فرمایا ہے کہ؎

شور ہے ہو گئے دنیا سے مسلماں نابود
ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود
یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو!

(بانگ درا ایڈیشن دوازدہم صفحہ ۲۲۶ جواب شکوہ)

پھر صرف نام کے طور پر اسلام کے باقی رہنے کے متعلق مولانا حالی کا یہ شعر بھی ملاحظہ فرمایا جاوے؎

رہا دین باقی نہ اسلام باقی
اک اسلام کا رہ گیا نام باقی

(مسدس حالی مطبوعہ تاج کمپنی صفحہ ۲۹)

پھر سید عطاء اللہ صاحب بخاری کمیونزم اور اسلام کا مقابلہ کرتے ہوئے مسلمانوں کے متعلق حسب ذیل بیان دیتے ہیں:۔

"مقابلہ تو تب ہو کہ اسلام کہیں موجود بھی ہو! ہمارا اسلام؟ ہم نے اسلام کے نام پر جو کچھ اختیار کر رکھا ہے وہ تو صریح کفر ہے۔ ہمارے دل دین کی محبت سے عاری۔ ہماری آنکھیں بصیرت سے ناآشنا اور کان سچی بات سننے سے گریزاں؎

بے دلی ہائے تماشہ کہ نہ عبرت ہے نہ ذوق
بیکسی ہائے تمنا کہ نہ دنیا ہے نہ دیں!

ہمارا اسلام ؟ ؎

بتوں سے تم کو امیدیں خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے؟

یہ اسلام جو ہم نے اختیار کر رکھا ہے کیا یہی اسلام ہے جو نبی نے سکھایا تھا؟ کیا ہماری رفتار، گفتار، کردار میں وہی دین ہے جو خدا نے نازل کیا ہے؟ ..... یہ روزے، یہ نمازیں جو ہم میں سے بعض پڑھتے ہیں ان کے پڑھنے میں ہم کتنا وقت صرف کر رہے ہیں؟ جو مصلّے پر کھڑا ہے وہ قرآن سنانا نہیں جانتا اور جو سنتے ہیں وہ نہیں جانتے کہ کیا سن رہے ہیں اور باقی ۲۳ گھنٹے ہم کیا کرتے ہیں؟ میں کہتا ہوں گورنری سے گداگری تک مجھے ایک بات ہی بتلاؤ جو کہ قرآن اور اسلام کے مطابق ہوتی ہے؟ ہمارا تو سارا نظام کفر ہے۔ قرآن کے مقابلہ میں ہم نے ابلیس کے دامن میں پناہ لے رکھی ہے۔ قرآن صرف تعویذ کے لئے قسم کھانے کے لئے ہے۔" (تقریر سید عطاء اللہ شاہ بخاری آزاد ۹ر دسمبر ۱۹۴۹ء صفحہ ۲)

مندرجہ بالا حوالجات سے کفر و اسلام کے مسئلہ کے متعلق جماعت احمدیہ کا مسلک اور اسکے مقابلہ پر موجودہ زمانے کے دوسرے مسلمان فرقوں کا طریق واضح اور عیاں ہے۔

سوال نمبر ۲۔ کیا ایسے شخص کافر ہیں؟

جواب۔ "کافر" کے معنے عربی زبان میں نہ ماننے والے کے ہیں۔ پس جو شخص کسی چیز کو نہیں مانتا اس کے لئے عربی زبان میں "کافر" کا لفظ ہی استعمال ہوگا۔ پس ایسے شخص کو جب تک وہ یہ کہتا ہے کہ میں فلاں چیز کو نہیں مانتا اس کو اس چیز کا کافر ہی سمجھا جائے گا۔ چنانچہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ائمہ اہل بیت کا انکار کرنے والوں کے متعلق فرماتے ہیں:-

من عرفنا کان مؤمنا۔ من انکرنا کان کافراً۔ من لم یعرفنا ولم ینکرنا کان ضالاً۔ (الصافی شرح الاصول الکافی باب فرض الطاعة الائمہ کتاب الحجة جزو ۳ صفحہ ۶۱ مطبوعہ نول کشور)

یعنی جس نے ہم ائمہ اہل بیت کو شناخت کر لیا وہ مومن ہے اور جس نے ہمارا انکار کیا وہ کافر ہے۔ اور جو ہمیں نہ مانتا ہے اور نہ انکار کرتا ہے وہ ضال ہے۔

اس ارشاد سے حضرت امام صاحب کی یہ مراد نہیں ہوسکتی کہ ایسا شخص امت محمدیہ سے خارج ہے بلکہ جیسا کہ ہم نے اوپر تشریح کی ہے یہی مراد ہوسکتی ہے کہ وہ ائمہ اہل بیت کے درجہ کا منکر ہے۔ ہمارے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی مامور من اللہ

کے انکار کے ہرگز یہ معنے نہیں ہوں گے کہ ایسے لوگ اللہ تعالیٰ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منکر ہو کر اُمتِ محمدیہ سے خارج ہیں۔ یا یہ کہ وہ مسلمانوں کے معاشرہ سے خارج کر دیئے گئے ہیں۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

"اوّل:۔ ایک یہ کفر (ہے) کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔ دوم:۔ دوسرے یہ کفر (ہے) کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا اور اسکو باوجود اتمامِ حجت کے جھوٹا جانتا ہے جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارہ میں خدا اور رسول نے تاکید کی ہے۔ اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں بھی تاکید پائی جاتی ہے۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۷۹ مطبوعہ ۱۹۰۷ء)

یہ بیان کرنا بھی ضروری ہے کہ اس قسم کے فتووں میں بھی حضرت بانی سلسلہ احمدیہ یا آپ کی جماعت کی طرف سے ابتداء نہیں ہوئی۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ غیر احمدی علماء نے اپنے فتووں میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو آپ کے ابتدائے دعویٰ (۹۱-۱۸۹۰ء) سے ہی نہ صرف "کافر" قرار دیا بلکہ "مرتد"۔ "زندیق"۔ "ملحد"۔ "ابلیس"۔ "دجال" "کذاب" وغیرہ الفاظ بھی استعمال کئے۔ اور اس قسم کے اور بہت سے گندے ناموں سے آپ کو یاد کیا گیا۔ اس قسم کے فقرے لکھے گئے اور کتابیں چھاپی گئیں۔ اشتہارات اور پمفلٹوں کے ذریعہ سے ان فتووں کو لوگوں میں پھیلایا گیا۔ اور ظاہر ہے کہ جو شخص کسی پر اس طرح پہلے حملہ کرتا ہے وہ پھر اس قسم کے جواب کا مستحق بھی ہو جاتا ہے۔ اور اس صورت میں اُسے اپنے آپ کو ملامت کرنی چاہیئے دوسرے کو الزام دینے کا اُسے کوئی حق نہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی فرماتے ہیں:۔

(ا) ایّما رجل قال لاخیہ "کافر" فقد باء احدُھما۔ (ترمذی کتاب الایمان ص۱۰۶)

(ب) اذا اکفر احدکم اخاہ فقد باء بھا احدھما۔ (صحیح مسلم بحوالہ کنوز الدقائق للمناوی مطبوعہ مصر برحاشیہ جامع الصغیر جلد ۱ ص۱۰۶)

یعنی جو شخص اپنے بھائی کو کافر کہے تو اُن میں سے ایک ضرور کافر ہوگا۔ اگر وہ شخص جسے کافر کہا گیا ہے کافر نہیں تو کہنے والا کافر ہوگا۔

(ج) ما اکفر رجل رجلاً قطّ الا باء بھا احدھما (ابن حبان فی صحیحہ بحوالہ جامع الصغیر مصنفہ حضرت امام سیوطی مطبوعہ مصر جلد ۲ ص۱۴۳)

یعنی دو (مسلمان) آدمیوں میں سے ایک آدمی اگر دوسرے کو کافر قرار دے تو لازمی ہے کہ ان میں سے ایک ضرور کافر ہو جائے گا۔

غرضیکہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی طرف سے اس قسم کے فتووں میں کبھی ابتداء نہیں ہوئی۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ:۔

"پھر اس جھوٹ کو تو دیکھو کہ ہمارے ذمہ یہ الزام لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے بیس کروڑ مسلمانوں اور کلمہ گویوں کو کافر

ٹھہرایا۔ حالانکہ ہماری طرف سے تکفیر میں کوئی سبقت نہیں ہوئی۔ خود ہی ان کے علماء نے ہم پر کفر کے فتوے لکھے اور تمام پنجاب اور ہندوستان میں شور ڈالا کہ یہ لوگ کافر ہیں اور نادان لوگ ان فتووں سے ایسے ہم سے متنفر ہو گئے کہ ہم سے سیدھے منہ سے کوئی نرم بات کرنا بھی اُن کے نزدیک گناہ ہو گیا۔ کیا کوئی مولوی یا کوئی اور مخالف یا کوئی سجادہ نشین یہ ثبوت دے سکتا ہے کہ پہلے ہم نے ان لوگوں کو کافر ٹھہرایا تھا؟ اگر کوئی ایسا کاغذ یا کوئی اشتہار یا رسالہ ہماری طرف سے ان لوگوں کے فتویٰ کفر سے پہلے شائع ہوا ہے جس میں ہم نے مخالف مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہے تو وہ پیش کریں ورنہ خود سوچ لیں کہ یہ کس قدر خیانت ہے کہ کافر تو ٹھہراویں آپ اور پھر ہم پر یہ الزام لگاویں کہ گویا ہم نے تمام مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہے۔ اس قدر خیانت اور جھوٹ اور خلافِ واقعہ تہمت کس قدر دلآزار ہے! ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے۔ اور پھر جبکہ ہمیں اپنے فتووں کے ذریعہ سے کافر ٹھہرا چکے اور آپ ہی اس بات کے قائل بھی ہو گئے کہ جو شخص مسلمان کو کافر کہے تو کفر اُلٹ کر اُس پر پڑتا ہے تو اس صورت میں کیا ہمارا حق نہ تھا کہ بموجب اُنہی کے اقرار کے ہم ان کو کافر کہتے؟" (حقیقۃ الوحی مطبوعہ سنہ ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۲۰-۱۲۱)

پھر اس بات کے ثبوت میں کہ فتویٰ کفر کی ابتداء علماء کی طرف سے ہوئی نہ کہ جماعت احمدیہ کی طرف سے ذیل کے چند فتوے بطور امثال درج ہیں:۔

(ا) مولوی عبدالحق صاحب غزنوی (جو مولانا داؤد غزنوی صاحب کے عم بزرگوار تھے) نے لکھا ہے کہ:۔

"اس میں شک نہیں کہ مرزا کادیانی کافر ہے چھپا مرتد ہے، گمراہ ہے۔ گمراہ کنندہ، ملحد، دجال ہے۔ وسوسہ ڈالنے والا ہے وسوسہ ڈال کر پیچھے ہٹ جانے والا۔" (فتویٰ علماء ہند و پنجاب اشاعۃ السنہ جلد ۳ عدد ۱۰ صفحہ ۱۰۴- مطبوعہ سنہ ۱۸۹۰ء)

اس قسم کا فتویٰ پنجاب و ہند کے قریباً دو صد مولویوں سے لیکر شائع کیا گیا۔

(ب) اس فتویٰ سے بھی کئی سال پہلے علماء لدھیانہ نے سنہ ۱۸۸۴ء میں تکفیر کا فتویٰ صادر کیا تھا جس کا ذکر قاضی فضل احمد صاحب کورٹ انسپکٹر لدھیانہ نے اپنی کتاب کلمہ فضل رحمانی (مطبوعہ دہلی پنج پریس لاہور سنہ ۱۳۱۴ھ صفحہ ۱۸) میں کیا ہے۔

باہمی تکفیر کے بارے میں علماء کے چند فتوے درج ذیل ہیں:۔

"من انکر امامۃ ابی بکر الصدیق رض فھو کافر وکذلک من انکر خلافۃ عمر رض"

(فتاویٰ عالمگیریہ جلد ۲ صفحہ ۲۸۳ مطبع مجیدی کانپور)

یعنی جو شخص حضرت ابوبکر صدیق رض کی امامت اور حضرت

عمرؓ کی خلافت کا انکار کرے وہ کافر ہے۔

اسی طرح جماعت اسلامی کے امیر مولانا ابو الاعلیٰ صاحب مودودی نے بے علم و بے عمل مسلمان کو جس کا علم و عمل کافر جیسا ہو اور وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو کافر ہی قرار دیا ہے اور اس کا حشر بھی کافروں والا بتایا ہے یعنی اُس کو نجات سے محروم اور قابلِ مواخذہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"ہر شخص جو مسلمانوں کے گھر پیدا ہوا ہے۔ جس کا نام مسلمانوں کا سا ہے۔ جو مسلمانوں کے سے کپڑے پہنتا ہے اور جو اپنے آپکو مسلمان کہتا ہے حقیقت میں وہ مسلمان نہیں ہے بلکہ مسلمان درحقیقت وہ شخص ہے جو اسلام کو جانتا ہو اور پھر جان بوجھ کر اسکو مانتا ہو۔ ایک کافر اور ایک مسلمان میں اصل فرق نام کا نہیں کہ وہ رام پرشاد ہے اور یہ عبد اللہ ہے اسلئے وہ کافر ہے اور یہ مسلمان۔" (خطبات مودودی صفحہ ۷)

اسی طرح دوسرے مسلمان فرقوں کے علماء ایک دوسرے کو کافر اور جہنمی کہتے ہیں۔ شیعہ اثنا عشریہ کے متعلق علماء اہلسنت والجماعت اور علماء دیوبند متفقہ طور پر مندرجہ ذیل فتویٰ صادر کرتے ہیں:۔

"شیعہ اثنا عشریہ قطعاً خارج از اسلام ہیں۔ شیعوں کے ساتھ مناکحت قطعاً ناجائز اور ان کا ذبیحہ حرام۔ ان کا چندہ مسجد میں لینا ناروا ہے۔ ان کا جنازہ پڑھنا یا ان کو اپنے جنازہ میں شریک کرنا جائز نہیں۔" (فتویٰ شائع کردہ مولوی عبد الشکور صاحب مدیر النجم لکھنؤ)

نوٹ:۔ اس فتویٰ میں دیگر علماء کے علاوہ علماء دیوبند کی تصدیق بھی شامل ہے جن کی شہادت مولانا محمد شفیع صاحب سابق مفتی دیوبند سے لی جا سکتی ہے۔

مندرجہ بالا فتویٰ کی عبارت سے خالص مذہبی اختلافات ہی ظاہر نہیں ہوتے بلکہ شیعہ فرقہ کے خلاف شدید غیظ و غضب کا اظہار پایا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں اہلسنت والجماعت کے مسلمہ گذشتہ بزرگان و اولیاء نے بھی حضراتِ شیعہ کے بارے میں فتویٰ کفر دیا ہے۔ ملاحظہ ہوں حوالجات ذیل:۔

(ا) حضرت مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ کفر برخلاف اصحاب شیعہ اثنا عشریہ۔ (مکتوبات امام ربانی جلد ا صفحہ ۸ مکتوب پنجاہ و چہارم)

(ب) حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ (غنیۃ الطالبین مع زبدۃ السالکین صفحہ ۱۵۶ و تحفہ دستگیر اُردو ترجمہ غنیۃ الطالبین شائع کردہ ملک سراج دین اینڈ سنز لاہور طبع چہارم مطبوعہ پنجاب پریس صفحہ ۱۲۰-۱۲۱ باب بعنوان محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت کی فضیلت اور بزرگی)

اسی طرح اہلسنّت والجماعت کے بریلوی فرقہ کے علماء مندرجہ ذیل فتویٰ علماء دیوبند کے خلاف صادر کر چکے ہیں:۔

(ا) حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی اور علماء حرمین شریفین کے دستخطوں سے یہ فتویٰ شائع ہوا ہے:۔

"وبالجملۃ ھؤلاء الطوائف کلھم کفار مرتدون خارجون عن الاسلام باجماع المسلمین۔" (حسام الحرمین صفحہ الکفر...... مع سلیس ترجمہ اردو مسمیٰ بنام

تاریخ بین احکام و تصدیقات اعلام ۱۳۲۵ھ
مطبع اہلسنت والجماعۃ بریلی ۱۳۲۶ھ بار اول
صفحہ ۲ مصنفہ مولوی احمد رضا خاں بریلوی)
یعنی یہ سب گروہ (یعنی گنگوہیہ۔ تھانویہ۔ نانوتویہ دیوبندیہ وغیرہ) مسلمانوں کے اجماع کی رُو سے کفار، مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

اور اس کتاب کے ٹائیٹل پیج پر لکھا ہے:۔

"جس (رسالہ ہذا) میں مسلمانوں کو آفتاب کی طرح روشن کر دکھایا کہ طائفہ قادیانیہ۔ گنگوہیہ۔ تھانویہ و نانوتویہ و دیوبندیہ و امثالہم نے خدا اور رسول کی شان کو کیا کچھ گھٹایا علمائے حرمین شریفین نے باجماع ان سب کو زندیق و مرتد فرمایا ان کو مولوی در کنار مسلمان جاننے یا ان کے پاس بیٹھنے ان سے بات کرنے کو زہر و حرام و تباہ کن اسلام بتلایا"

(ب) پھر اسی کتاب میں مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دیوبند۔ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی۔ مولوی محمود الحسن صاحب اور دیگر دیوبندی خیال کے علماء کی نسبت یہ فتویٰ درج ہے کہ:۔

"یہ قطعاً مرتد اور کافر ہیں اور ان کا ارتداد و کفر اشد درجہ تک پہنچ چکا ہے ایسا کہ جو ان مرتدوں اور کافروں کے ارتداد و کفر میں شک کرے، وہ بھی انہی جیسا مرتد و کافر ہے...... ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا تو ذکر ہی کیا اپنے پیچھے بھی انہیں نماز نہ پڑھنے دیں...... جو ان کو کافر نہ کہے گا وہ خود کافر ہو جائیگا اور اسکی عورت اُسکے عقد سے باہر ہو جائیگی اور جو اولاد ہوگی حرامی ہوگی۔ از روئے شریعت ترکہ نہ پائیگی"

یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ یہ فتویٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب آف بریلی کا شائع کردہ ہے جو فرقہ حنفیہ بریلویہ کے بانی اور مولانا ابوالحسنات صاحب صدر جمعیۃ العلمائے پاکستان و صدر مجلس عمل نیز ان کے والد مولوی دیدار علی صاحب کے پیر و مرشد تھے۔ اس فتویٰ کے بارے میں مولانا ابوالحسنات صاحب سے دریافت کیا جا سکتا ہے۔ اور یہ بھی پوچھا جا سکتا ہے کہ ان کے پیر و مرشد کے اس فتویٰ کے بعد کہ دیوبندی بالاجماع کافر ہیں انہیں کیا شبہ ہے؟ آیا یہ کہ ان کے پیر نے غلطی کی تھی یا یہ کہ اجماع کوئی دلیل نہیں ہوتا؟

(ج) "وہابیہ۔ دیوبندیہ اپنی عبارتوں میں تمام اولیاء، انبیاء حتیٰ کہ حضرت سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی اور خاص ذات باری تعالیٰ کی اہانت و ہتک کرنے کی وجہ سے قطعاً مرتد و کافر ہیں اور ان کا ارتداد و کفر سخت سخت سخت اشد درجہ تک پہنچ چکا ہے ایسا کہ جو ان مرتدوں اور کافروں کے ارتداد و کفر میں شک کرے وہ بھی انہی جیسا مرتد و کافر ہے مسلمانوں کو چاہیئے کہ ان سے بالکل ہی محترز و مجتنب رہیں۔ ان کے پیچھے نماز

پڑھنے کا تو ذکر ہی کیا اپنے پیچھے بھی ان کو نماز نہ پڑھنے دیں اور نہ ہی اپنی مسجدوں میں گھسنے دیں۔ نہ ان کا ذبیحہ کھائیں اور نہ ہی انکی شادی وغمی میں شریک ہوں۔ نہ اپنے ہاں انکو آنے دیں۔ بیمار ہوں تو عیادت کو نہ جائیں۔ مریں تو گاڑنے توپنے میں شرکت نہ کریں۔ مسلمانوں کے قبرستان میں جگہ نہ دیں۔" (ملاحظہ ہو تین سو علماء اہلسنت والجماعۃ کا متفقہ فتویٰ مطبوعہ حسن برقی پریس اشتیاق منزل ۱۲۲ ہیوٹ روڈ لکھنؤ)

اسی پر بس نہیں کی بلکہ علماء کرام ومفتیان اہلسنت والجماعت نے احمدیت مسلمانوں کے متعلق بھی اس قسم کا فتویٰ دیا ہوا ہے کہ:-

"بدعت کفریہ والے شقی ان کے کفر پر آگاہی لازم ہے۔ اسلام کے نام کو پردہ بناتے ہیں۔ مرتد ہیں۔ باجماع امت اسلام سے خارج ہیں۔ جو ان کے اقوال کا معتقد ہوگا کافر و گمراہ ہوگا۔ کچھ شک نہیں کہ یہ خارجی ہیں اور ان کے کفر میں کوئی شبہ نہیں ...... ان کے پیچھے نماز پڑھنا۔ انکے جنازہ کی نماز پڑھنا۔ ان کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانا اور تمام معاملات میں ان کا حکم بعینہ وہی ہے جو مرتد کا۔" (فتویٰ علماء کرام مشتہرہ در اشتہار شیخ محمد قادری باغ مولوی انوار لکھنؤ۔ ۳ شوال ۱۳۵۳ھ جس پر مشتہر علماء کے دستخط ہیں جن میں مولوی سید احمد ناظم انجمن حزب الاحناف (برادر حقیقی مولوی ابوالحسنات صاحب) مولانا ابوالحسنات۔ سید محمد احمد خطیب مسجد وزیر خان مولوی عبدالقدیر بدایونی اور پیر جماعت علی شاہ صاحب مجددی محدث علی پوری بھی شامل ہیں)

سوال نمبر ۳۔ ایسے کافر ہونے کے دنیا اور آخرت میں کیا نتائج ہیں؟

جواب۔ اسلامی شریعت کی رو سے ایسے کافر کی کوئی دنیوی سزا مقرر نہیں۔ وہ اسلامی حکومت میں ویسے ہی حقوق رکھتا ہے جو ایک مسلمان کے ہوتے ہیں۔ اسی طرح عام معاشرہ کے معاملہ میں بھی وہ وہی حقوق رکھتا ہے جو ایک مسلمان رکھتے ہیں۔ ہاں خالص اسلامی حکومت میں وہ صدر ریاست کا عہدیدار نہیں ہو سکتا۔ باقی رہے اخروی نتائج سو ان نتائج کا حقیقی علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ بالکل ممکن ہے کہ کسی حکمت کی وجہ سے ایک مسلمان کہلانے والے انسان کو تو خدا تعالیٰ سزا دیدے اور کافر کہلانے والے انسان کو اللہ تعالیٰ بخش دے۔ اگر "کافر" کے لئے دائمی طور پر جہنمی ہونا لازمی ہے تو پھر کسی کو کافر قرار دینا صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔

سوال نمبر ۴۔ کیا مرزا صاحب کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اور اسی ذریعہ سے الہام ہوتا تھا؟

جواب۔ ہمارے نزدیک حضرت بانی سلسلہ احمدیہ بہرحال رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل وحی قرآن مجید ہے۔ قرآن کریم کی وحی کے متعلق ہمیں قرآن کریم سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کی حفاظت کے خاص سامان کئے جاتے ہیں۔ ہمارے نزدیک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جو

نبی گذرے ہیں ان کی وحی بھی اس رنگ کی نہیں ہوتی تھی۔
اور حضرت بانی جماعت احمدیہ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے آپ کی وحی بھی قرآن کریم کے تابع تھی۔ بہرحال وہ ذرائع جو اللہ تعالیٰ نے اس وحی کے بھیجنے کے لئے استعمال کرتا تھا وہ ان ذرائع سے نیچے ہوں گے جو قرآن کریم کے لئے استعمال کئے جاتے تھے۔ لیکن یہ محض ایک عقلی بات ہے واقعاتی بات نہیں جس کے متعلق ہم شہادت دے سکیں۔ بعض قرآنی آیات اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درجہ پر قیاس کر کے یہ جواب دے رہے ہیں حقیقت کو اُسی طرح معلوم کرنے کا ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں۔ البتہ ہم ضرور تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ پر وحی الٰہی ہوتی تھی اور قرآن کریم سے ثابت ہے کہ وحی الٰہی نہ صرف ماموروں بلکہ غیر ماموروں کو بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کیطرف وحی نازل ہونے کا ذکر آیا ہے۔ (ملاحظہ ہو سورۃ قصص رکوع ۱ پارہ ۲۰)

اور حضرت مریم علیہا السلام کے متعلق بھی آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ملائکہ ان کے پاس خدا تعالیٰ کا کلام لیکر آئے۔ (سورۃ آل عمران و مریم ع ۲)

پس وحی اور فرشتوں کا اُترنا مامور من اللہ کے علاوہ غیر ماموروں کے لئے بھی ثابت ہے۔ ہندوستان میں اسلام کا جھنڈا گاڑنے والے اور اس کی بنیاد قائم کرنے والے حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

دمبدم روح القدس اندر معینے می دمد
من نمے گویم مگر من عیسیٰ ثانی شدم
(دیوان حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ)

یہ عرض کرنا مناسب ہے کہ مسلمانوں کی اصطلاح میں روح القدس حضرت جبرئیل کا نام ہے۔
(ملاحظہ ہو لغت کی مستند ترین کتاب مفردات القرآن مصنفہ امام راغب زیر لفظ روح صفحہ ۲۰۵ مطبوعہ مطبع میمنیہ مصر و تفسیر روح المعانی جلد اول صفحہ ۲۶۰، ۲۶۱ مطبوعہ مصر۔ اور تفسیر صافی جلد اول پارہ اول صفحہ ۴۳) (نیز تفسیر کبیر مصنفہ حضرت امام رازی جلد ۲ صفحہ ۴۲۵ و جلد ۳ صفحہ ۱۹۹ مطبوعہ مصر و تفسیر مدارک التنزیل نفسی جلد ۱ صفحہ ۱۹ مطبوعہ مصر)

ان کے علاوہ اسلام میں سینکڑوں اولیاء اللہ مثلاً سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سید احمد صاحب سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم علیٰ قدر مراتب ملہم من اللہ تھے۔

وحی تین طریقوں سے ہوتی ہے ان کا ذکر قرآن حکیم کی آیت ما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولا فیوحی باذنہ ما یشاء۔ (سورۃ شوریٰ ع ۵ پارہ ۲۵) میں بیان ہوا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء و اولیاء پر انہی طریقوں سے وحی نازل ہوتی رہی ہے۔ البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی اور حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی وحی میں ایک فرق تو یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی شریعت جدیدہ والی نازل ہوتی تھی اور

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی وحی غیر تشریعی اور ظلی ہے یعنی یہ نعمت آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور آپ کے فیض سے ملی ہے۔ ماسوا اسکے ایک دوسرا فرق یہ بھی ہے کہ قرآنی وحی کے ماننے کے لئے بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی تصدیق کی ضرورت نہیں بلکہ اگر قرآن مجید حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی تصدیق نہ کرتا تو ہم ہرگز اُن پر ایمان نہ لاتے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے اپنی وحی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی میں بلحاظ مرتبہ بھی فرق کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"سُنو! خدا کی لعنت اُن پر جو دعویٰ کریں کہ وہ قرآن کی مثل لا سکتے ہیں قرآن کریم معجزہ ہے جس کی مثل کوئی اِنس و جِن نہیں لا سکتا اور اسمیں وہ معارف اور خوبیاں جمع ہیں جنہیں انسانی علم جمع نہیں کر سکتا۔ بلکہ وہ ایسی وحی ہے کہ اس کی مثل اور کوئی وحی نہیں۔ اگرچہ رحمان کی طرف سے اِس کے بعد کوئی اور وحی بھی ہو اسلئے کہ وحی رحمانی میں خدا کی تجلیات ہیں اور یہ یقینی بات ہے کہ خدا تعالیٰ کی تجلی جیسا کہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوئی ہے ایسی کسی پر نہ پہلے ہوئی اور نہ پیچھے ہوگی۔" (اُردو ترجمہ از عربی عبارت الہدیٰ والتبصرۃ لمن یریٰ صفحہ ۳۳)

سوال نمبر ۵۔ (الف) کیا احمدیہ عقیدہ میں یہ شامل ہے کہ ایسے اشخاص کا جنازہ جو مرزا صاحب پر یقین نہیں رکھتے "Infructuous" ہے؟

(ب) کیا احمدیہ عقائد میں ایسی نماز جنازہ کے خلاف کوئی حکم موجود ہے؟

جواب۔ (الف) احمدیہ کریڈ میں کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ جو شخص حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو نہیں مانتا اس کے حق میں نماز جنازہ Infructuous ہے۔

(ب) دوسری شق کا جواب یہ ہے کہ گو اس وقت تک جماعتی فیصلہ یہی رہا ہے کہ غیر از جماعت لوگوں کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے لیکن اب اِس سال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک تحریر اپنے قلم سے لکھی ہوئی ملی ہے جس کا حوالہ ایک مرتبہ سنہ ۱۹۱۵ء میں دیا گیا تھا اور حضرت امام جماعت احمدیہ نے اس کے متعلق اُسی وقت اعلان فرما دیا تھا کہ اصل تحریر کے ملنے پر اس کے متعلق غور کیا جائے گا لیکن وہ اصل خط اُس وقت نہ مل سکا۔ اب ایک صاحب نے اطلاع دی ہے کہ اُن کے والد مرحوم کے کاغذات میں سے اصل خط مل گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا مکفر یا مکذب نہ ہو اُس کا جنازہ پڑھ لینے میں حرج نہیں کیونکہ جنازہ صرف دُعا ہے۔

لیکن باوجود جنازے کے بارے میں جماعت کے سابق طریقہ کے غیر احمدی مرحومین کے لئے دُعائیں کرنے میں جماعت نے کبھی اجتناب نہیں کیا۔ چنانچہ حضرت امام جماعت احمدیہ اور اکابرین جماعت احمدیہ نے بعض غیر احمدی وفات یافتہ اصحاب کے لئے دُعا کی ہے چنانچہ جی معین الدین سیکرٹری حکومت پاکستان کے والد صاحب

(جو احمدی نہ تھے) کی وفات پر حضرت امام جماعت احمدیہ اُن کے گھر تعزیت کے لئے تشریف لے گئے اور اُن سے میاں معین الدین کے ماموں صاحب نے "فاتحہ" کے لئے کہا تو آپ نے فرمایا فاتحہ میں تو دُعا مانگنے والا اپنے لئے دُعا کرتا ہے یہ موقعہ تو وفات یافتہ کیلئے دُعا کرنے کا ہوتا ہے۔ اس پر متوفی کے رشتہ داروں نے کہا کہ ہماری یہی غرض ہے فاتحہ کا لفظ رسماً بول دیا ہے تو آپ نے متوفی کے رشتہ داروں سے مل کر متوفی کے لئے دُعا فرمائی۔ اسی طرح سر عبدالقادر مرحوم کی وفات پر جب حضرت امام جماعت احمدیہ تعزیت کے واسطے ان کی کوٹھی پر تشریف لے گئے تو اُن کے حق میں بھی دُعا فرمائی۔

اس جگہ یہ عرض کرنا بھی ضروری ہے کہ ممانعتِ جنازہ کے بارے میں بھی سبقت ہمارے مخالفین نے ہی کی۔ چنانچہ مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی کا فتویٰ ۱۸۹۰ء میں بایں الفاظ اشاعۃ السنہ میں شائع ہو چکا ہے:۔

"اب مسلمانوں کو چاہیئے کہ ایسے دجال کذاب سے احتراز کریں اور نہ ان کے پیچھے اقتداء کریں اور نہ انکی نماز جنازہ پڑھیں۔" (رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۵ جلد نمبر ۱۳ مطبوعہ ۱۸۹۰ء)

اسی طرح ۱۹۰۱ء میں مولانا عبدالاحد صاحب خانپوری لکھتے ہیں:۔

"جب طائفہ مرزائیہ امرتسر میں بہت خوار و ذلیل ہوئے۔ جمعہ و جماعت سے نکالے گئے اور جس مسجد میں جمع ہو کر نمازیں پڑھتے تھے اُس میں سے بے عزتی کے ساتھ بدر کئے گئے اور جہاں قیصری باغ میں نماز جمعہ پڑھتے تھے وہاں سے حکماً روکے گئے تو نہایت تنگ ہو کر مرزا سے قادیان سے اجازت مانگی کہ مسجد نئی تیار کریں۔ تب مرزا نے اُن کو کہا۔ صبر کرو۔ میں لوگوں سے صلح کرتا ہوں اگر صلح ہو گئی تو مسجد بنانے کی حاجت نہیں۔ اور نیز اور بہت سی ذلتیں اُٹھائیں۔ معاملہ و برتاؤ مسلمانوں سے بند ہو گیا۔ عورتیں منکوحہ و مخطوبہ بوجہ مرزائیت کے چھن گئیں۔ مُردے انکے بے تجہیز و تکفین اور بے جنازہ گڑھوں میں دبائے گئے۔"

(اظہار مخادعہ مسیلمہ قادیانی بجواب اشتہار مصالحت پولس ثانی صفحہ ۲ مؤلفہ مولوی عبدالاحد خانپوری مطبوعہ مطبع چودھویں صدی راولپنڈی ۱۹۰۱ء)

اس حوالہ سے صاف ظاہر ہے کہ احمدیوں نے مسجدیں نہیں چھوڑیں بلکہ ان کو مسجدوں سے نکالا گیا۔ احمدیوں نے نکاح سے نہیں روکا بلکہ ان کے نکاح توڑے گئے۔ احمدیوں نے جنازہ سے نہیں روکا بلکہ ان کو جنازہ سے باز رکھا گیا لیکن باوجود اس کے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے آخری کوشش بھی کی کہ باقی مسلمانوں سے صلح ہو جائے لیکن جب باوجود ان تمام کوششوں کے ناکام ہوئے تو جیسا کہ مولوی عبدالاحد صاحب کی مندرجہ عبارت میں اقرار کیا گیا ہے تب بامر مجبوری فتنے سے بچنے کے لئے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق جوابی کارروائی کرنی پڑی ۔

پھر اس سلسلہ میں یہ عرض کرنا بھی ضروری ہے کہ دیگر فرقوں نے بھی ایک دوسرے فرقہ والوں کے جنازہ کی حرمت و امتناع کے فتوے دیئے ہیں ۔ چنانچہ علمائے اہلسنت والجماعت و علمائے دیوبند نے شیعہ فرقہ والوں کے جنازہ کو نہ صرف حرام اور ناجائز قرار دیا ہے بلکہ ان کو اپنے جنازہ میں شریک ہونے کی بھی ممانعت کی ہے چنانچہ مولانا عبدالشکور صاحب مدیر "النجم" کا فتوے ملاحظہ ہو ۔ آپ لکھتے ہیں :-

"ان کا جنازہ پڑھنا یا ان کو اپنے جنازہ میں شریک کرنا جائز نہیں ہے ۔ اُن کی مذہبی تعلیم ان کی کتابوں میں یہ ہے کہ سُنیوں کے جنازہ میں شریک ہو کر یہ دُعا کرنی چاہیئے کہ یا اللہ اس کی قبر کو آگ سے بھر دے ۔ اس پر عذاب نازل کر ۔" (ملاحظہ ہو رسالہ موسومہ بہ علمائے کرام کا فتویٰ در باب ارتداد شیعہ اثنا عشریہ صـ۱۲)

(ب) نیز مولانا ریاض الدین صاحب مفتی دار العلوم دیوبند لکھتے ہیں :-

"شادی غمی جنازہ کی شرکت ہرگز نہ کی جائے ایسے عقیدہ کے شیعہ کافر ہی نہیں بلکہ اکفر ہیں ۔"

(فتویٰ علمائے کرام صـ۴)

(ج) اسکے بالمقابل شیعہ صاحبان کے امام حضرت جعفر صادق علیہ السلام نے شیعہ صاحبان کو یہ ہدایت فرمائی کہ اگر کسی غیر شیعہ کی نماز جنازہ میں شامل ہونا پڑے تو متوفیٰ کے لئے مندرجہ ذیل دُعا کرے :-

"قال ان کان جاحداً للحق فقل اللّٰھمّ املاجوفہ ناراً و قبرہ ناراً و سلّط علیہ الحیات والعقارب و ذٰلک قالہ ابو جعفر علیہ السلام لامرءۃ سوء من بنی اُمیّۃ صلّی علیھا" (ملاحظہ ہو شیعہ حضرات کی مستند ترین کتاب فروع الکافی کتاب الجنائز جلد ۱ صفحہ ۱۰۰ باب الصلوٰۃ الناصب و جاحد للحق مصنفہ حضرت محمد یعقوب کلینی مطبوعہ نولکشور)

یعنی اے اللہ ! اس کا پیٹ آگ سے بھر دے اور اس پر سانپ اور بچھو مسلط کر ۔ یہی وہ دُعا ہے جو حضرت امام جعفر صادق نے بنو امیہ کی ایک غیر شیعہ عورت کے بارے میں کی تھی ۔

سوال نمبر ۶ ۔ (الف) کیا احمدی اور غیر احمدی میں شادی جائز ہے ؟

(ب) کیا احمدی عقیدہ میں ایسی شادی کے خلاف ممانعت کا کوئی حکم موجود ہے ؟

جواب ۔ کسی احمدی مرد کی غیر احمدی لڑکی سے شادی کی کوئی ممانعت نہیں ۔ البتہ احمدی لڑکی کے غیر احمدی مرد سے نکاح کو ضرور روکا جاتا ہے لیکن باوجود اسکے اگر کسی احمدی لڑکی اور غیر احمدی مرد کا نکاح ہو جائے تو اُسے کالعدم قرار نہیں دیا جاتا اور اولاد کو جائز سمجھا جاتا ہے ۔

اس تعلق میں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ ہماری طرف سے ممانعت کی ابتداء نہیں ہوئی بلکہ اس میں بھی غیر احمدی علماء نے ہی سبقت کی اور اس میں شدت اختیار کی ۔

(۱) چنانچہ سب سے پہلے مولوی محمد عبداللہ صاحب اور مولوی عبدالعزیز صاحب مشہور مفتیانِ لدھیانہ نے یہ فتویٰ دیا:-

(الف) "خلاصہ مطلب ہماری تحریراتِ قدیمہ وجدیدہ کا یہی ہے کہ جو شخص (یعنی مرزا غلام احمدؐ) مرتد ہے اور اہلِ اسلام کو ایسے شخص سے ارتباط رکھنا حرام ہے۔ ایسے ہی جو لوگ اس پر عقیدہ رکھتے ہیں وہ بھی کافر ہیں اور اُن کے نکاح باقی نہیں رہے۔ جو چاہے اُن کی عورتوں سے نکاح کرلے۔" (ملاحظہ ہو رسالہ اشاعۃ السنۃ جلد ۱۳ صفحہ ۵ مطبوعہ ۱۸۹۰ء)

(ب) "جب عقیدت فرقہ قادیانی بسبب کفر و الحاد و زندقہ و ارتداد ہوا تو بمجرد اس عقیدتمندی انکی بیویاں اُن کے نکاحوں سے باہر ہوگئیں۔ اور جب تک وہ توبہ نصوح نہ کریں تب تک انکی اولادیں سب حرامی ہوں گی۔" (مہر صداقت المعروف باحکام شریعت صفحہ ۱ مطبوعہ ۱۳۲۵ ہجری)

علاوہ ازیں یہ عرض کرنا بھی ضروری ہے کہ دراصل غیر احمدیوں سے ممانعتِ نکاح کی بناء احمدیت سے بُغض اور عداوت رکھنے والوں کے اثر سے لڑکیوں کو بچانا تھا کیونکہ تجربہ نے یہ بتایا ہے کہ وہ احمدی لڑکیاں جو غیر احمدیوں میں بیاہی جاتی ہیں انکو احمدیوں سے ملنے نہیں دیا جاتا۔ احمدی تحریکوں میں چندے دینے سے روکا جاتا ہے۔ اور بعض گھرانے تو اتنے جاہل ہوتے ہیں کہ لڑکی پر اس وجہ سے سختی کرتے ہیں کہ وہ نماز کیوں پڑھتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ اس طرح ہم پر جادو کرتی ہے۔

حقیقۃً نکاح کا مسئلہ ایک سوشل قسم کا مسئلہ ہے ایسے مسائل میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ لڑکی کو کہاں آرام رہے گا اور کہاں ایسے مذہبی امور میں ضمیر کی آزادی حاصل ہوگی اور اس پر ناجائز دباؤ تو نہیں ڈالا جائے گا جس سے اسکے عقائدِ دینیہ خطرے میں پڑ جائیں لیکن باوجود مخالفت کے اگر کوئی احمدی اپنی لڑکی کا نکاح غیر احمدی مرد سے کر دے تو اسکے نکاح کو کالعدم قرار نہیں دیا جاتا۔

پھر یہ عرض کر دینا بھی ضروری ہے کہ رشتہ ناطہ کے مسئلہ میں بھی ہماری جماعت اپنے طرزِ عمل میں منفرد نہیں بلکہ مسلمانوں کے دوسرے فرقے اور جماعتیں بھی اس طرزِ عمل کو اختیار کئے ہوئے ہیں۔ بلکہ بعض تو آپس میں ایسی شدت اختیار کر چکے ہیں کہ وہ دوسرے فرقے کے آدمی سے ازدواجی تعلق کو "حرام" اور اولاد کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ اہلسنت والجماعت نے شیعہ اثنا عشریہ سے مناکحت کو حرام قرار دیا ہے۔

(الف) علماء دیوبند اور علماء اہلحدیث کا فتویٰ ملاحظہ ہو:-

"سُنی لڑکی شیعہ کے گھر پہنچتے ہی طرح طرح کے ظلم وستم کا نشانہ بنکر مجبور ہو جاتی ہے کہ شیعہ ہو جائے یہ خرابی علاوہ اس ارتکاب حرام کے ہے جو ناجائز نکاح کے سبب ہوتا ہے ..... لہذا شیعوں کیساتھ مناکحت قطعاً ناجائز۔ انکا ذبیحہ حرام۔ ان کا چندہ مسجد میں لینا نا روا ہے۔ انکا جنازہ پڑھنا یا انکو جنازہ میں شریک کرنا جائز نہیں۔" (ملاحظہ ہو علمائے کرام کا متفقہ فتویٰ در باب ارتداد شیعہ اثنا عشریہ شائع کردہ مولانا محمد عبدالشکور صاحب مدیر "النجم" صفحہ ۳۱)

(ب) نیز بریلوی فرقہ جس کے ساتھ مولانا ابو الحسنات صاحب صدر مجلس عمل کا تعلق ہے کے نزدیک بھی شیعہ سے مناکحت "زنا" کے مترادف ہے۔ چنانچہ "رد الرفضۃ" میں لکھا ہے:-

"بالجملہ ان رافضیوں تبرائیوں کے باب میں حکم یقینی قطعی اجماعی یہ ہے کہ وہ علی العموم کفار مرتدین ہیں۔ انکے ہاتھ کا ذبیحہ مردار ہے۔ ان کے ساتھ مناکحت نہ صرف حرام بلکہ خالص زنا ہے۔ اگر مرد سنی اور عورت ان خبیثوں کی ہو جب بھی ہرگز نکاح نہ ہوگا محض "زنا" ہوگا اور "ولد الزنا" ہوگی۔"

(ردّ الرفضة تصنیف حضرت احمد رضا خاں صاحب بریلوی مطبوعہ ۱۳۲۰ھ صفحہ ۱۶)

ہم نہایت ادب سے عرض کرتے ہیں کہ اس فتویٰ میں جو حضرت احمد رضا خاں صاحب بانیٔ فرقہ بریلویہ نے شیعہ حضرات کو مرتد کافر قرار دیا ہے بلکہ یہودیوں اور عیسائیوں سے بھی بدتر قرار دیا گیا ہے کیونکہ قرآن مجید کی رو سے کتابیہ عورت کے ساتھ مسلم مرد کا نکاح جائز ہے لیکن حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب کے نزدیک شیعہ عورت کے ساتھ سنی مرد کا نکاح قطعاً حرام اور ناجائز ہے۔

(ج) اسی طرح اہل شیعہ کے نزدیک اہلسنت والجماعت سے مناکحت ناجائز ہے۔ چنانچہ حضرات شیعہ کی حدیث کی نہایت مستند کتاب الفروع الکافی میں لکھا ہے:۔

"عن الفضیل بن یسار قال قلت لابی عبد الله علیه السلام ان لامرأتی اختاً عارفة علی رأینا ولیس علی رأینا بالبصرة الا قلیل أفأزوجها ممن لا یری رأینا قال لا"

(الفروع الکافی من جامع الکافی جلد ۲ کتاب النکاح صفحہ ۱۲۳ مطبوعہ نولکشور)

یعنی فضیل بن یسار سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام ابو عبد اللہ علیہ السلام سے عرض کیا کہ میری اہلیہ کی ایک بہن ہے جو ہماری ہم خیال ہے لیکن بصرہ میں جہاں ہم رہتے ہیں شیعہ لوگ بہت تھوڑے ہیں کیا میں اس کا کسی غیر شیعہ سے بیاہ کر دوں؟ حضرت امام نے فرمایا۔ نہیں۔"

(د) اسی طرح "امیر جماعت اسلامی" کے نزدیک ایسے لوگوں کے لئے ان کی جماعت میں کوئی جگہ نہیں جو اپنی لڑکی یا لڑکے کی شادی کرتے وقت دین کا خیال نہ رکھیں۔

(روئیداد جماعت اسلامی حصہ سوم صفحہ ۱۰۳)

سوال نمبر ۷۔ احمدیہ فرقہ کے نزدیک امیر المومنین کا Significance کیا ہے؟

جواب۔ ہمارے امام کے عہدے کا اصل نام "امام جماعت احمدیہ" اور "خلیفۃ المسیح" ہے لیکن بعض اوقات ہم انہیں "امیر المومنین" بھی لکھتے ہیں۔ اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ مولانا ابو الاعلیٰ صاحب مودودی "امیر جماعت اسلامی" کہلاتے ہیں۔ یا سید عطاء اللہ شاہ بخاری "امیر شریعت" کہلاتے ہیں۔ غالباً مودودی صاحب اور ان کی جماعت نے یہ مراد نہیں لی ہوگی کہ باقی لوگ اسلامی جماعت سے باہر ہیں یا کافر ہیں۔ نہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے ماننے والوں نے یہ مراد لی ہوگی کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری شریعت پر حاکم ہیں اور وہ جو کچھ کہتے ہیں وہی شریعت ہوتی ہے۔

جب کوئی احمدی حضرت امام جماعت احمدیہ کے لئے "امیر المومنین" کا لفظ استعمال کرتا ہے تو اس کی مراد یہی ہوتی ہے کہ آپ ان لوگوں کے جو بانی سلسلہ احمدیہ کو

مانتے ہیں "امیر" ہیں۔ لوگ اپنی عقیدت میں اپنے لیڈروں کے کئی نام رکھ لیتے ہیں۔ بعض تو کلی طور پر غلط ہوتے ہیں، بعض جزوی طور پر صحیح ہوتے ہیں۔ بعض کلی طور پر صحیح ہوتے ہیں۔ اور کوئی معقول آدمی ان باتوں کے پیچھے نہیں پڑتا جب تک کہ ایسی بات کو ایمان کا جزو قرار دے کر اس کے لئے دلائل اور براہین نہ پیش کئے جائیں۔ سابق مسلمانوں نے بھی بعض ائمہ کو "امیر المومنین" کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ چنانچہ مولانا محمد زکریا شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور اپنی کتاب (موسوم بمقدمہ اوجز المسالک شرح موطا امام مالک) کے صفحہ ۲۸ مطبوعہ یحیویہ سہارنپور ۱۳۴۸ھ میں امام قطان اور یحیٰی بن معین سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"مالک امیر المومنین فی الحدیث"

یعنی امام مالک فن حدیث میں "امیر المومنین" ہیں۔

اسی طرح حضرت سفیان ثوری کے متعلق حضرت حافظ ابن حجر عسقلانی۔ امام شعبہ اور امام ابن عیینہ اور امام ابن معین اور بہت سے علماء کی سند پر اپنی کتاب تہذیب التہذیب میں لکھتے ہیں:-

"سفیان امیر المومنین فی الحدیث"

یعنی حضرت سفیان ثوری فن حدیث میں "امیر المومنین" ہیں (تہذیب التہذیب مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن جلد ۴ صفحہ ۱۱۳)

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے سابق امیر مولانا محمد علی صاحب مرحوم کو بھی ان کے بعض اتباع "امیر المومنین" لکھتے ہیں۔ پروفیسر الیاس برنی صاحب نے اپنی کتاب "قادیانی مذہب" مطبوعہ اشرف پرنٹنگ پریس لاہور بار ششم صفحہ ۳ تمہید اول میں موجودہ نظام حیدرآباد دکن کو "امیر المومنین" لکھا ہے۔

مزید برآں بعض لوگ اس قسم کے نام رکھ لیتے ہیں۔ جیسے "ابو الاعلیٰ" حالانکہ "الاعلیٰ" اللہ تعالیٰ کا نام ہے +

رسالہ الفرقان پر مجلۃ البشریٰ (فلسطین) کا تبصرہ

جناب ایڈیٹر صاحب البشریٰ (فلسطین) تحریر فرماتے ہیں:-

"الفرقان الغراء

وهي مجلة اوردية شهرية أصدرت من قرية أحمد نگر (الواقعة في بنجاب الغربية بقرب ربوة) و قد عهد الإمام الهمام أيده الله إدارتها وتحريرها الى مبشرنا الكريم في هذه الديار سابقا المولوي ابي العطاء الفاضل الجالندهري (عميد الجامعة المبشرين في هذه الايام)، وأشار عليه أن تبحث هذه المجلة فيما يتعلق بالفرقان الحميد فقط من الاعجاز والتفسير والاحكام والابحاث اللغوية الخ وترد على اعتراضات المستشرقين والقسيسين والمجوس على القرآن المجيد، وشبهات الملحدين. وقد اطلعنا على بعض اعدادها، فوجدناها حسب اسمها فرقاناً فنهنئ محررها والقائمين بادارتها على هذا التوفيق، ونرجو لها ازدهاراً وانتشاراً واسعاً وعمراً طويلاً +"

تبلیغ حق

(نتیجۂ فکر راجہ نذیر احمد صاحب ظفرؔ مولوی فاضل)

نہیں گھبراتے مومن امتحاں سے
اگرچہ جنگ ہو سارے جہاں سے

بڑا ہتھیار ہے اُن کا صداقت
انہیں مطلب نہیں تیغ و سناں سے

انہیں ایمان ہے اپنا پیارا
زر و دولت سے عزت اور جاں سے

لڑوگے کب تلک سوچو خدارا
سپاہِ مہدیٔ آخر زماں سے

نہیں جائز بشر کو جنگ کرنا
کبھی بھی خالقِ کون و مکاں سے

اگر تحقیقِ حق مطلوب ہوتی
تو بچتے تم ہر اک وہم و گماں سے

خدا کے واسطے اب تو اٹھا دو
حجاباتِ تعصّب درمیاں سے

پڑھو تم آیۂ وَالشَّمْس دل سے
یہ مانا گرچہ پڑھتے ہو زباں سے

قمر جس کا نکلنا تھا مقدّر
وہ نکلا قادیاں دارالاماں سے

اگر باور نہیں آتا تو پُوچھو!
کسی شمس و قمر کے رازداں سے

ہماری دسترس سے تھے وہ بالا
نہیں اُترے تھے نیچے آسماں سے

وہ کیوں تاریک دونوں ہو گئے پھر
نہ پوچھا کیوں رئیسِ واعظاں سے

ہمارا فرض ہے، تبلیغ کرنا
غرض ہم کو نہیں کچھ این و آں سے

محمدؐ جب ہیں ختم انبیاء کے
تو کیوں آوینگے عیسیٰؑ آسماں سے

اگر قطرہ بھی ہو جائے میسّر
کسی کو اُن کے بحرِ بیکراں سے

نہ بڑھ جائے وہ کیوں عیسیٰؑ سے یارو
ذرا فرماؤ تو اپنی زباں سے

بنی یعقوبؑ کے قصّوں کو پڑھ کر
کرو حاصل سبق اُس داستاں سے

ترقّی اور تنزّل اُن کا دیکھو!
کہاں پر جا پڑے ہیں وہ کہاں سے

نہ ہوں مغضوبؔ و ضالّیں ہم کبھی بھی
بچا ہم کو خدایا اس خزاں سے

کچل کر رکھ دیا ہے یوں فلک نے
ہٹے جاتے ہیں گویا اس جہاں سے

تنزّل کی کہانی اُف خُدایا!
لرز جاتا ہے دل اِس داستاں سے

کرو اِس درد کا کوئی تو درماں
بھلا کیا فائدہ آہ و فغاں سے

تعجّب ہے قریب المرگ ہوتے
یہ بیزاری مسیحائے زماں سے

ہلاکت میں لئے جاتی ہے تجھ کو
یہ سرتابی تری پیرِ مغاں سے

ٹھکانا اُن کا کونین میں نہیں ہے
جو ٹھکرائے گئے اس آستاں سے

کماں پیری کے جُھکنے سے ہی پہلے
نکالو تیغِ ایماں کو میاں سے

نہیں لوٹے گا واپس پھر کبھی بھی
جو تیرِ عمُر نکلا اس کماں سے

ذرا سوچو! ہے کتنی بے نصیبی
یہ محرومی بہارِ جاوداں سے

بہت سویا کئے ہو اب تو جاگو
رہے جاتے ہو پیچھے کارواں سے

جگائے گا اُنہیں کیا صورِ محشر
نہیں جاگے جو آوازِ اذاں سے

لگی ہے چوٹ دل پہ کوئی کاری
ظفرؔ ظاہر ہے اندازِ بیاں سے

(طابع و ناشر ابوالعطاء جالندھری نے خالد پرنٹنگ پریس سرگودھا میں طبع کرا کر دفتر الفرقان احمد نگر (ربوہ) سے شائع کیا)